188707

UNIVERSAL LIBRARY
OU_188707
UNIVERSAL LIBRARY

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. ۹۲۲۶۹۷۱۱ Accession No. ۶۲۵۷ 6257

Author ر - حبیب صاحب - ف - ھ

Title زرد ست کی مائش

This book should be returned on or before the date last marked below.

۷۸۶
روضۂ پاک جناب رسول مقبول صلعم

(زنانہ لٹریچر کی مفید اور کارآمد کتابوں کا سلسلہ)

۲۸۶

امت کی مائیں

خواتین اسلام اور خواہران امت کیلئے قابل تقلید نمونے

یعنی

ازواج النبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحیح اور معتبر
حالات بی بیوں کے پڑھنے اور بغور مطالعہ کرنیکے قابل

مصنفہ جناب د۔ ف صاحب اکبرآبادی مصنف۔ حسن وصحت۔ رسول عربی
آداب نسواں۔ انقلاب ٹرکی۔ عروج کابل وغیرہ وغیرہ

باہتمام منشی عبدالعزیز خاں پرنٹر وپبلشر
عزیزی پریس آگرہ میں چھپی

فہرست مضامین کتاب اُمت کی مائیں

نمبر	عنوان	صفحہ
۱	حالات جنابہ اُمّ المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہا	۵
۲	„ جنابہ سودہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا	۱۵
۳	„ جنابہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا	۲۵
۴	„ جنابہ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا	۳۵
۵	„ جنابہ اُمّ المساکین بی بی زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا	۴۲
۶	„ جنابہ اُمّ المومنین حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا	۴۴
۷	„ جنابہ اُمّ المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا	۵۳
۸	„ جنابہ اُمّ المومنین حضرت حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا	۶۲
۹	„ جنابہ اُمّ المومنین بی بی جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا	۷۰
۱۰	„ جنابہ اُمّ المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا	۸۰
۱۱	„ جنابہ اُمّ المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا	۹۲
۱۲	„ ذکر کنیزان رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم	۹۶

دیباچہ

دُنیا میں صحبت کا اثر ایک مُسلم الثبوت مسئلہ ہے۔ بالخصوص میاں بی بی کی صحبت اور مجالست ایک کو دوسرے سے متاثر کیے بغیر نہیں چھوڑتی۔ زمانہ کے موجودہ دور ترقی میں علماء مغرب کے اس قول کو زیادہ شہرت دی جاتی ہے کہ "عورت اپنے خاوند کو جس رنگ میں چاہے رنگ دے"

گویا اُن کے یہاں صنف نازک کو قدرت نے اتنی مقدرت عطا کی ہے کہ وہ مردوں کو اپنے فیض صحبت کا منت کش بنائے ہوئے ہیں۔ چنانچہ اب قریب قریب ساری دنیا اس قول کے تابع ہوتی جاتی ہے۔

مگر آغاز اسلام کے دور زرین پر نظر کرو تو کچھ اور ہی نظر آتا ہے۔ ایک ذات مقدس جب اپنے سچے خدا کے احکام کا اعلان کرتی ہے۔ ظلم وستم کا خاتمہ کیا جاتا ہے غلام آزاد ہوتے ہیں، اور سب سے زیادہ حقوق نسواں کی پامالی کو جبراً رد کیا جاتا ہے جس کے سبب حریت نسواں کا غلغلہ چار دانگ عالم میں بج اٹھتا ہے خود حضرت رسالت مآب اپنے حرم محترم کے ساتھ کامل مساوات اور انتہا درجہ کی دلداری برتتے ہیں۔ مگر دیکھنے پر یہ تمام امہات المومنین ایک ہی رنگ میں رنگی ہوئی اور ایک ہی اثر صحبت سے فیضیاب نظر آتی ہیں۔ رسالت مآبؐ پر ان بیبیوں میں سے ایک کا رنگ غالب نہیں آنے پاتا۔

دراصل یہ اُس ذات مقدس کا فیض صحبت اور اسلام پاک کی سچی تعلیم

تھی جس نے مردانہ احساسات پر زنانہ تاثرات کو غالب نہیں ہونے دیا۔
غرضکہ اچھی صحبت سے ضرور اچھے اثرات محسوس کئے جاتے ہیں۔ بشرطیکہ وہ صحیح معنوں میں اچھی صحبت ہو۔
رسول اکرمؐ کی ازواج مطہرات مسلمان بیبیوں کے لئے قابل تقلید نمونہ ہیں جن کے حالات پڑھنے سے۔حقوق زن وشو۔ روا داری۔ مساوات۔ خانہ داری صبر وتحمل وغیرہ تمام و بنیادی مراحل کے بیش قیمت سبق ملتے ہیں۔ الحمد للہ کہ میں نے اپنے ملک کی خواہران محترم کے لئے اُن نیک بی بیوں کے حالات لکھے ہیں تاکہ اُن کے نقش قدم پر چلنے والیوں کی دُنیاوی اور دینی مشکلات آسان ہوں۔

امت کی ہیں یہ مائیں ان کے بڑے ہیں درجے
ان پر ہو جان قرباں اے خواہران امت
تقلید ان کی لازم تم پر ہے اے عزیزو
تھیں فیض یاب حضرت یہ مادران امت

ہ۔ ف۔ اکبر آبادی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اُمت کی مائیں

اُمّ المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا

آپ کا نام خدیجہ رضؓ تھا۔ خویلد کی بیٹی تھیں جو قریش کے معزز خاندان سے تھے۔ آپ کی ماں کا نام فاطمہ تھا۔ ولادت آپ کی سنہ ۵۵۵ء اور سنہ ۵۷ کسروی میں ہوئی۔ آپ کے والد کا پیشہ تجارت تھا۔ اور تجارت کے سبب سے قبائل بنی تمیم اور بنی کعب میں بڑی عزت ووقار کی نگاہوں سے دیکھے جاتے تھے، خویلد قبیلۂ قریش میں سب سے زیادہ متمول اور صاحب ایثار تھے۔ اور اُن کے ایثار نے اُنہیں قریشیوں میں ہر دلعزیز بنا رکھا تھا۔ بی بی خدیجہ رضؓ کی پہلی شادی زرارہ تمیمی کے بیٹے نباش سے ہوئی۔ جو ابوہالہ کے لقب سے مشہور تھا۔ نباش سے آپ کے دو لڑکے ہالہ اور ھند پیدا ہوئے۔ اور اسی نسبت سے آپ کا لقب اُم الھند ہوگیا۔ نباش تو زمانہ جاہلیت ہی میں مرگیا مگر ھند نے زمانہ نبوت پایا اور جناب نباش کے مرنے کے بعد شامل دین ہوگئے آخر یوم الجمل میں شہید ہوئے۔

نباش کے مرنے کے بعد بی بی خدیجہ رضؓ کا دوسرا نکاح عتیق سے ہوا جو عائد

مخزومی کے بیٹے تھے۔ اور ان کے صلب سے ایک لڑکی جس کا نام ھند ہی تھا پیدا ہوئی۔ اور سن شعور میں پہنچکر جناب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی صحابیات میں داخل ہوگئیں۔

جب عتیق کا بھی انتقال ہوگیا تو بی بی خدیجہؓ نے اپنا تیسرا نکاح نہیں کیا جسکی وجہ یہ تھی کہ اب آپ کے والد خویلد بہت زیادہ بڈھے ہوگئے تھے۔ کاروبار کا سنبھالنا اُن کے لئے مشکل ہوگیا تھا۔ اور وہ رات دن گھرہی میں بیٹھے رہتے تھے۔ اس صورت میں بی بی خدیجہؓ کو تجارت کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت ہوئی اور یہ ضرورت ایسی تھی کہ جس نے تمام معاشرتی ضرورتوں کو بالائے طاق رکھدیا۔ بی بی خدیجہؓ جانتی تھیں کہ اُن کے گھرانے نے بنی قریش میں جو نام پیدا کیا ہے اُس کی وجہ صرف تجارت ہے۔ اگر وہ اپنے بڈھے باپ کی کمزوری اور گوشہ نشینی سے متاثر ہوکر خود بھی ہاتھ پر ہاتھ رکھہ کر بیٹھہ جائیں گی تو یہ نام جو آج عرب میں ہورہا ہے گمنام ہوجائے گا اسلئے خود۔۔۔۔ آپ تجارت کے کاموں میں مصروف ہونے کے لئے مستعد ہوگئیں۔

اس وقت خویلد کی تجارت ایک طرف تو یمن میں پھیلی ہوئی تھی۔ دوسری طرف شام میں بڑی سرگرمی کے ساتھہ جاری تھی۔ بی بی خدیجہؓ بھی اپنے اونٹ مال سے لدوا کر غلاموں اور ملازموں کے ساتھہ شام کی تجارتی منڈیوں میں بھیجا کرتی تھیں۔ حساب کتاب خود رکھتی تھیں اور اپنے بوڑھے باپ کو تجارتی کشمکشوں سے آپ نے سبکدوش کردیا تھا۔ اس انتظام میں نتیجہ یہ ہوا کہ بی بی خدیجہؓ کی سالانہ آمدنی میں کوئی کمی واقع نہ ہوئی اور کاروبار جس طرح چل رہا تھا اسی طرح جاری رہا۔

بی بی خدیجہؓ ہمیشہ اسی تلاش میں رہتی تھیں کہ اُن کا مال تجارت لیجانے اور

بیچنے کے لئے غلام جتنے بھی ہوں معتمد ہوں اور کام کرنے والے متدین دیانتدار اور امانت پسند ہوں۔ یہ شوق اور خیال آپ کے دل میں روز بروز ترقی کرتا جاتا تھا اور آپ ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر ایسے ملازمین کو مقرر کرتی تھیں جن کی دیانت و امانت میں کسی کو شک نہیں ہو سکتا تھا۔

یہ وہ زمانہ تھا کہ جناب رسول کریم اپنے چچا ابو طالب کی کفالت میں تھے۔ ابوطالب ایک عیالدار شخص تھے۔ گھر کا خرچ زیادہ تھا اور آمدنی کم۔ جب تک سرمایہ نے ساتھ دیا تجارت کرتے رہے لیکن جب کفالت کا بوجھ بڑھتا چلا گیا اور سرمایہ میں کمی ہوتی چلی گئی تو آپ نے ایک دن جناب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو بلایا اور کہنے لگے اے یتیم بچے۔ اے خاندانِ مطلب کے چراغ روشن، تم دیکھتے ہو کہ اب زمانہ کی سختیاں کسقدر بڑھ گئی ہیں۔ جزیرہ عرب چاروں طرف سے قحط اور گرانی کی کالی اور ڈراؤنی گھٹاؤں سے گھرا ہوا ہے۔ کاروبار تھکے ہوئے ہیں۔ تجارتی منڈیاں اٹھتی جاتی ہیں۔ میرے پاس اتنا سرمایہ نہیں ہے کہ میں کسی بڑی تجارت میں مصروف ہو کر اس خاندان کی کفالت کر سکوں۔ اور کچھ ہے وہ بہت کم ہے لیکن میں دیکھتا ہوں کہ ہماری قوم کے لوگ دوسروں کی طرف سے مقرر ہو کر مال تجارت دوسرے ملکوں میں لیجاتے ہیں اور وہاں سے کثیر معاوضہ لاتے ہیں۔ ایسے آدمیوں کی قدر بھی ہے اور عزت بھی۔ میں نے سنا ہے کہ خدیجہؓ بنت خویلد بھی اپنی طرف سے چند آدمیوں کو شام اور یمن کی طرف بھیجا کرتی ہے۔ اور کافی معاوضہ و انعام دیتی ہے اگر تم اس کے پاس جاؤ اور اپنا مقصد ظاہر کرو تو مجھے امید ہے کہ غالباً وہ تمہیں کام دینے سے انکار نہ کرے گی۔ بلکہ میرا تو خیال یہ ہے کہ شاید وہ دوسرے لوگوں سے زیادہ

معاوضہ دے گی۔ اور ہماری یہ مجبوریاں اس طرح بہت کچھ کم ہو جائیں گی۔

پیغمبر عربؐ نے سر جھکا کر نہایت خموشی اور سنجیدگی سے اپنے چچا کی باتیں سنیں اور "بہت اچھا" کہہ کر کسی ضروری کام میں مصروف ہو گئے۔

ادھر بی بی خدیجہؓ نے بہت سے لوگوں کی زبانی آپ کی امانت داری کا حال سنا تھا۔ اور کئی دن سے ارادہ کر رہی تھیں کہ اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے پاس آئیں تو میں انہیں اپنے کاموں کا ایک بڑا ذمہ دار حصہ سپرد کر دوں۔ یہ جناب رسول کریم کی امانت داری و دیانت شعاری کا ازلی کرشمہ تھا کہ آپ نبی ہونے سے پہلے ہی تمام مکہ میں "امین" کے خطاب سے مشہور تھے۔ جو آپ کو دیکھتا تھا وہ "ہذا الامین" کی صدائیں بلند کرتا تھا۔ اور بی بی خدیجہؓ کے کان بھی ان آوازوں سے نا آشنا نہ تھے۔

اب بعض مورخ تو لکھتے ہیں کہ جناب رسول کریم اپنے چچا کی یہ باتیں سنکر خود ہی بی بی خدیجہؓ کے پاس گئے۔ اور بعض لکھتے ہیں کہ بی بی خدیجہؓ نے آپ کو بلایا۔ بہرحال خود بلائے ہوئے آپ بی بی خدیجہؓ کے پاس پہونچے۔ وہ آپ کو دیکھکر بہت خوش ہوئیں اور آپ کو بہت سا مال دیکر اور اپنے غلام مسیرہ کو ساتھ کر کے شام کی طرف روانہ کیا۔

بی بی خدیجہؓ اپنے دوسرے شوہر عتیق کے مرنے کے بعد دنیا سے کچھ ایسی دل برداشتہ ہو چکی تھیں کہ اکثر خانۂ کعبہ میں جاکر عبادت کیا کرتی تھیں۔ اور اکثر ان کاہنہ عورتوں کے پاس ان کی آمد و رفت رہتی تھی جو اس زمانہ میں بہت بزرگ خیال کیجاتی تھیں بی بی خدیجہؓ ان کاہنہ عورتوں کی باتیں نہایت گہری توجہ کے ساتھ سنا کرتی تھیں۔ اور زمانہ آئندہ کے متعلق جو پیشین گوئیاں ان کی زبان سے نکلتی تھیں وہ بھی سب نوٹ کرتی رہتی تھیں۔ انہیں کاہنہ عورتوں کی زبانی بی بی خدیجہؓ نے یہ بھی سنا تھا کہ

عنقریب پیغمبر آخرالزماں پیدا ہونے والے ہیں۔ اور وہ قوم قریش سے ہی پیدا ہونگے چونکہ جناب رسالت مآب کے متعلق اکثر عجیب و غریب باتیں آپ سُنتی رہتی تھیں اور غائبانہ آپ کے اخلاق و اوصاف سے متاثر ہو چکی تھیں اس لئے آپ کا شبہ اکثر آپ پر ہو جایا کرتا تھا۔ اور ایک آپ ہی پر کیا قریشیوں میں جو کوئی اوصاف حمیدہ اور اخلاق پسندیدہ میں نام پیدا کرتا تھا۔ اُسی کی طرف آپ کی توجہ ہو ہی جایا کرتی تھی اب جبکہ جناب رسولِ کریم بی بی خدیجہ رض کے پاس آئے۔ اور آپ کے بشرے سے سنجیدگی و شرافت کے غیر معمولی آثار نمایاں ہوئے تو آپ نے میسرہ سے کہدیا کہ دیکھو تو محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ جاتا تو ہے مگر خبردار ان کی ہر رائے سے موافقت کرنا اور جو کچھ واقعات سفر میں پیش آئیں یاد رکھنا۔

تجارت کے مال سے اونٹ لدوا کر اور میسرہ کو ساتھ لیکر حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم بی بی خدیجہ رض سے رخصت ہوئے اور قافلے کے ساتھ مکہ معظمہ سے باہر نکلے۔ مکہ سے باہر ابو طالب بھی موجود تھے۔ اپنے یتیم بھتیجے کی پیشانی کو بوسہ دیا۔ تسلی و تشفی کی۔ اور پھر سردار قافلہ سے کہا کہ ذرا اس یتیم بچے کی نگاہداشت کرنا اس کا پہلا سفر ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ راستے میں اسے کچھ تکلیف پہونچے۔ سردار قافلہ نے آپ کو ہر طرح اطمینان دلایا اور یہ قافلہ مکے سے شام کی طرف روانہ ہو گیا۔

جب یہ مکہ کا تجارتی قافلہ حدود مصر میں پہنچا تو آپ نسطورا نامی راہب کی خانقاہ کے پاس اُترے۔ اور ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے یہ درخت ایک عرصۂ دراز سے خشک پڑا ہوا تھا مگر جب آپ اس کے نیچے رونق افروز ہوئے تو ایکبارگی سرسبز و شاداب ہو گیا۔ اور اس کی ٹہنیاں آپ پر سایہ کرنے لگیں نسطورا نے جب یہ حال

دیکھا تو اپنی خانقاہ سے باہر نکل آیا اور میسرہ سے پوچھنے لگا کہ یہ شخص کون ہیں۔ میسرہ نے کہا عبداللہ کے بیٹے اور عبدالمطلب کے پوتے ہیں۔ مالِ تجارت لیکر بی خدیجہ رضؓ کی طرف سے آئے ہیں۔ نسطور بولا کہ قسم ہے اس خدا کی جس نے مسیح پر انجیل نازل کی یہ شخص پیغمبر آخرالزماں ہے۔ اس لئے کہ اس درخت کے نیچے سوائے پیغمبر کے اور کوئی بیٹھ ہی نہیں سکتا۔ نسطور کے پاس ایک حریر کا ٹکڑا تھا جس پر کچھ عبارت لکھی ہوئی تھی وہ بار بار اس ٹکڑے کو دیکھتا تھا اور پھر آپ کی طرز دیکھنے لگتا تھا۔ آپ کی ہمراہی میں حضرت خذیمہ بن حکیم بھی تھے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ یہ راہب بری طرح پیچھے پڑ گیا ہے تو تلوار نکال لی اور اس کے پیچھے دوڑے نسطور لپک کر اپنی خانقاہ میں گھس گیا اور چھت پر آکر چلا چلا کر کہنے لگا کہ قافلے والو تم مجھ سے کیوں ڈرتے ہو۔ تم سے زیادہ عزیز کوئی قافلہ آج تک یہاں نہیں آیا۔ یہ نوجوان جو اس درخت کے سایہ میں بیٹھا ہوا ہے اس میں پیغمبری کی تمام علامتیں موجود ہیں یہ بے شک خدا کا پیغمبر ہے۔ اسکی تابعداری کرو۔

ایسے ہی چند اور معاملات و واقعات اس سفر میں پیش آئے مثلاً اونٹ چلنے سے رک گیا اور آپ کی دعا سے پھر چلنے لگا وغیرہ وغیرہ۔ یہ تمام واقعات میسرہ بڑے غور و تعجب کے ساتھ دیکھ رہا تھا۔ اور آپ کی ایک ایک بات نوٹ کرتا جاتا تھا۔ غرضکہ مال بہت جلد ہاتھوں ہاتھ نکل گیا اور آپ ایک کثیر منافع لیکر مکہ معظمہ کی طرف لوٹ پڑے۔

گرمی کے دن تھے۔ دھوپ تیزی کے ساتھ پڑ رہی تھی۔ اور خدا کا نبی اونٹ پر بیٹھا ہوا اس شان سے چلا آرہا تھا کہ ایک ابر کا ٹکڑا ایک پرند سر پر سایہ افگن تھا

چہرہ سے دیانت و متانت اور رسالت و نبوت کے آثار ٹپکتے پڑتے تھے۔ بی بی خدیجہ رضؓ اپنے محل میں چند سہیلیوں کے ساتھ بیٹھی ہوئی ایک کھڑکی سے یہ سب حال دیکھ رہی تھیں اور خوش ہوئی جاتی تھیں کہ اب کے تو تجارتی قافلہ بہت ہی جلد مال فروخت کر کے واپس آگیا۔

آپ سیدھے بی بی خدیجہ رضؓ کے مکان پر تشریف لائے۔ تمام حساب پائی پائی کر کے سمجھا دیا۔ اندازہ کیا تو ہر سال سے دو چند منافع تھا۔ ادھر میسرہ راہب نسطورا کا بیان۔ اور جو کچھ معاملات اثنائے سفر میں دیکھے تھے۔ بی بی خدیجہ رضؓ سے بیان کر دیئے۔ جنکو سُن کر انہیں یقین سا ہو گیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ضرور خدا کے پیغمبر ہیں اور اگر نہیں ہیں تو عنقریب یہ رُتبہ اُنہیں حاصل ہونے والا ہے۔

عتیق کے مرنے کے بعد بڑے بڑے رؤسائے عرب اور سرداران قریش نے حضرت خدیجہ رضؓ کو شادی کا پیغام بھیجا۔ کیونکہ ادھر تو آپ کے پاس دولت و ثروت بے اندازہ تھی، اُدھر آپ خوش کلامی اور عالی نسبی کے لحاظ سے نہایت مرتبہ والی تھیں ہر شخص یہ خواہش رکھتا تھا کہ آپ سے نکاح ہو جائے مگر آپ ہمیشہ انکاری جواب صاف دیتی رہیں۔ اور کسی کے پیغام شادی کو قبول نہ کیا۔

جناب رسول کریم کی یہ حالت و آثار دیکھ کر آپ کے دل میں ایک پُر جوش خواہش پیدا ہوئی اور آپ نے نفیسہ کو بلا کر کہا کہ نفیسہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے نکاح کر لیں تو بڑی اچھی بات ہو۔

نفیسہ ایک نہایت عقلمند اور ہوشیار عورت تھی جناب رسول کریم کے پاس پہنچی اور آپ کو راضی کر لیا۔ نکاح کے لئے ایک تاریخ مقرر ہوئی اور اسی تاریخ کو وقت

مقررہ پر حضور انور اپنے چچا ابو طالب اور دوسرے چچاؤں کو لیکر بی بی خدیجہؓ کے مکان پر تشریف لائے جہاں ابن نعمان، عمرو ابن اسد، اور ورقہ بن نوفل اور ان کے علاوہ علمائے نصاریٰ میں سے چند لوگ موجود تھے۔

حضرت ابو طالب نے نہایت فصاحت و بلاغت کے ساتھ خطبہ نکاح پڑھا۔ اور بی بی خدیجہؓ کی طرف سے ورقہ بن نوفل نے ایک خطبہ پڑھا۔ جس میں ابو طالب کی کہنے سے بی بی خدیجہؓ کے چچا۔ عمرو بن اسد بھی شریک ہو گئے۔ پیغمبر صاحب اور بی بی خدیجہؓ کی طرف سے ایجاب قبول ہوا اور عقد ہو گیا۔ مہر کے متعلق بعض مورخین لکھتے ہیں کہ چار سو مثقال طلائی مہر مقرر ہوا تھا بعض ۲۰ اونٹنیاں اور بعض پانچسو درہم بتاتے ہیں۔ بہر حال کچھ مقرر ہوا اور سب اپنے اپنے گھر رخصت ہو گئے۔

جس وقت آپ کی شادی ہوئی ہے تو آپ کی عمر ۲۵ برس کی تھی اور حضرت خدیجہؓ چالیس برس کی تھیں دو شادیاں پہلے ہو چکی تھیں اور کچھ اولاد بھی۔ رسول کریم کے اسوۂ حسنہ میں بیوہ عورتوں کے ساتھ شادی کرنے کی سب سے پہلی مثال تھی۔ آج جو لوگ بیوہ عورتوں کے ساتھ شادی کرنے سے عذر کرتے ہیں، اور اس قسم کے رشتے سے دور بھاگتے ہیں انہیں اپنے گریبان میں مُنہ ڈالنے کی ضرورت ہے۔

بی بی خدیجہؓ ایک تو بیوہ تھیں، دوسرے چالیس برس کی عمر تھی، مگر جناب رسول کریم نے اس کی کچھ پرواہ نہ کی اور بغیر کسی خیال کے اس رشتہ کو منظور کر لیا۔ کیا اگر آپ چاہتے تو خاندان قریش میں کنواری لڑکیوں کی کچھ کمی تھی۔ ہرگز نہیں۔ مگر خدا کو تو یہی منظور تھا کہ آپ کے معمولات سے دُنیا میں ایک اخلاقی مثال قائم ہو جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور یہ بات دنیا میں مسلّم ہو کر ہمیشہ کے لئے باقی رہگئی کہ

"بیوہ عورت کے ساتھ شادی کرنا سنت رسول اللہ ہے"

جناب رسول کریم کے ازدواج کا فخر سب سے پہلے جنابہ خدیجۃ الکبریٰ کو حاصل ہوا۔ اس سے پہلے حضرت نے کسی عورت سے نکاح نہیں کیا تھا اور یہی وجہ ہے کہ مورخ بالاتفاق بی بی خدیجہؓ کو تمام ازواج مطہرات پر فضیلت دیتے ہیں۔

بی بی خدیجہ رضؓ نے آپ کے عقد میں آتے ہی آپ کو تمام مال و اسباب کا مختار کر دیا اور آپ اس طرح اس فکر معشیت سے رہا ہو گئے جو زمانہ شادی سے قبل ابو طالب کی کم سرمایگی کی وجہ سے دامنگیر حال رہتی تھی۔ بی بی خدیجہؓ دل و جان سے آپ پر نثار رہتی تھیں۔ اور آپ کے دل کو کبھی میلا نہ ہونے دیتی تھیں۔ آثار نبوت جب آپ کے اعمال و افعال سے ظاہر ہونے لگے تو ان میں سب سے زیادہ مدد آپ کو بی بی خدیجہؓ ہی سے ملی۔ جناب رسول کریم کی عمر جب چالیس سال سے متجاوز ہوئی تو آپ کو خلعت نبوت عطا کیا گیا۔ اس سے پہلے ہی آپ اپنی زندگی کو دنیوی الجھاؤ سے بہت زیادہ بچائے رہتے تھے اور آپکا وقت اکثر و بیشتر غار حرا میں گذرتا تھا جہاں آپ خدا کی عبادت میں مصروف رہتے تھے۔ لیکن آپ کو بی بی خدیجہؓ سے محبت بیحد تھی۔ جسقدر اسلام اور پیغمبر اسلام کی مدد بی بی خدیجہؓ نے کی اور کسی نے نہیں کی۔ وہ پیغمبر صاحب کی کامیابیوں کا ایک زبردست ذریعہ تھیں۔ عورتوں میں سب سے پہلے ایمان لائیں۔ اور "الفضل للمتقدمین" کا شرف پایا۔

نبوت کے دسویں سال ۶۵ برس کی عمر میں ہجرت سے تین برس پیشتر رمضان کے مہینے میں آپ کا انتقال ہو گیا اور قبرستان حجون میں دفن ہوئیں حضرت رسول اللہ نے جناب عائشہ صدیقہ رضہ سے فرمایا کرتے تھے کہ خدا کی قسم ان سے اچھی بیوی مجھے نہیں

لی۔ وہ ایمان لائی تھیں جبکہ سب لوگ کافر تھے۔ اُنھوں نے میری تصدیق کی تھی جبکہ سب لوگ مجھے جھٹلا رہے تھے۔ اُنھوں نے اپنے مال و دولت کو مجھ پر نثار کر دیا تھا جب کہ سب لوگوں نے مجھے محروم رکھا۔ خدا نے اُن کے بطن سے مجھے اولاد دی اور کسی بیوی سے اولاد نہیں ہوئی۔

ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے بطن سے چار صاحبزادیاں اور تین صاحبزادے پیدا ہوئے۔ لڑکیوں کے نام۔ زینب رضؓ، رقیہ رضؓ، ام کلثوم رضؓ، فاطمہ زہرا رضؓ اور لڑکوں کے نام قاسم۔ طاہر اور عبداللہ تھے۔ تینوں صاحبزادے زمانہ بعثت سے پہلے ہی پیدا ہو چکے تھے۔ اور نبوت سے پہلے ہی وفات بھی پا چکے تھے البتہ چاروں صاحبزادیوں نے نبوت کا زمانہ پایا۔ اور سب مشرف باسلام ہوئیں جن میں سے ایک صاحبزادی فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنھا تو ایسی مبارک اور مقدس ہوئیں کہ انہیں کی اولاد نے دنیا میں ولایت و سیادت کی بنیاد ڈالی اور اپنے آباؤ اجداد کا نام دنیا میں زندہ کیا۔ سادات انہیں کی نسل سے اب تک دنیا میں موجود ہیں اور ان سب کی مورث اعلیٰ ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں۔ جنکی مختصر سوانح عمری آپ کی نگاہ سے گذری۔ نور اللہ مرقدھا فی الدنیا و اعلی اللہ مقامھا فی العقبیٰ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بی بی سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

آپ جناب رسول کریم کی دوسری بی بی تھیں۔ آپ کی والدہ کا نام شموس بنت قیس تھا اور باپ کا نام زرعہ تھا۔ آپ بھی بیوہ تھیں آپ کا پہلا نکاح سکران بن عمرو سے ہوا تھا اور اس کے صلب سے ایک لڑکا بھی تھا جس کا نام عبدالرحمٰن تھا۔ اکثر اہل قریش کی طرح آپ بھی سرورِ کائنات کے وعظ میں شریک ہوا کرتی تھیں۔ اور گو مسلمان نہیں ہوئی تھیں مگر پیغمبر اسلام کی صداقت، راست گوئی، اور مذہب الٰہی کی حقانیت کا آپ کے دل پر گہرا اثر بیٹھ چکا تھا۔ آپ جب کبھی قرآن کریم کی کوئی آیت سنتیں تو بے اختیار رو جاتیں۔ سکران مخالفین اسلام کے ہم آہنگ تھے جس طرح اور لوگ نبی کریمؐ کو جھٹلاتے تھے اسی طرح یہ بھی آیات الٰہی کا مضحکہ اڑاتے تھے۔ بی بی سودہؓ اپنے شوہر کی اس بدعقیدگی سے بہت نالاں تھیں۔ اور دار الکفر سے نکل کر دارالاسلام میں داخل ہونے کے لئے نہایت درجہ مضطرب رہتی تھی مگر کیا کر سکتی تھیں۔ اپنے عقیدوں کو دل ہی دل میں پرورش کرتی رہیں کبھی کبھی اپنے شوہر سکران سے اسلام کی عظمت و بزرگی کا ذکر دبے الفاظ میں کر دیا کرتی تھیں اور جب وہ گرم ہوتا تھا تو خاموش ہو جاتی تھیں آخر تھوڑے عرصہ میں سکران کی طبیعت میں ایک انقلاب پیدا ہوا۔ اور وہ معہ اپنے بیٹے اور بیوی کے مسلمان ہو گیا۔

یہ وہ زمانہ تھا کہ مشرکانِ عرب نومسلموں سے بہت زیادہ سخت گیری روا رکھتے تھے جو کوئی مسلمان ہوتا تھا اسے طرح طرح کی تکلیفیں دیتے تھے۔ مارتے تھے پیٹتے تھے۔ حقہ پانی بند کر دیتے تھے۔ اور چونکہ مخالفین اسلام کی تعداد زیادہ تھی اسلئے ان بے کسوں کی کچھ پیش نہیں چلتی تھی۔ گھروں میں چھپتے پھرتے تھے اور بازاروں میں نکلنے سے ڈرتے تھے۔ پیغمبر اسلام سے جہاں تک ہوسکا ان نومسلموں کی حمایت میں اپنا زور اور خاندانی وجاہت صرف کی۔ لیکن عام شورش کے مقابلے میں ایک شخصِ واحد کی ذاتی وجاہت کیا کام دے سکتی تھی۔ ہنگامہ مخالفت سرد نہ ہوا۔ اور آپ کو ایک دوسرا انتظام حفاظت کے لئے کرنا پڑا۔

یعنی آپ نے مسلمانوں کو ایک خط لکھدیا اور حکم دیا کہ وہ مکہ چھوڑ دیں۔ اور حبشہ میں جاکر پناہ گزین ہوں۔ خط لیکر جو نجاشی بادشاہ حبشہ کے نام تھا اسلام کا پہلا قافلہ جس میں گیارہ مرد اور عورتیں تھیں مکہ سے حبشہ کو روانہ ہوگیا۔ گو مدعیان اسلام وہاں بھی ستانے اور دق کرنے کے لئے جا پہنچے مگر بادشاہ حبشہ کے دل پر اسلام کی حقیقت ظاہر ہوگئی اس نے مخالفین کو اپنے ملک سے نکال دیا اور مسلمانوں کو پناہ دی۔ اسی قافلے میں بی بی سودہ رضی اور ان کے شوہر سکران بھی تھے سکران حبشہ میں یا حبشہ کے راستے میں کفار کے ہاتھ سے شہید ہوگئے۔ اس لئے جب مکہ کی شورش کچھ کم ہوئی تو بی بی سودہ رضی حبشہ سے واپس مکے کو چلی آئیں اور اپنے قدیم مکان میں آکر فروکش ہوئیں۔

اس وقت آپ کی عمر پچاس سال کی تھی۔ آپ کو ان کی بیچارگی تنہائی اور کس مپرسی پر بیحد ترس آیا۔ اور یہ دیکھکر کہ بی بی سودہ رضی کا کوئی والی وارث

نہیں ہے آپ نے ان کے ساتھ نکاح کر لیا۔

یہ نکاح کسی خاص غرض پر مبنی نہ تھا بجز اس کے کہ جناب رسول کریم کو بی بی سودہ رض کی بے چارگی اور لاوارثی پر ترس آگیا۔ وہ اسلام کی فدائی تھیں۔ اسلام پر انھوں نے اپنی آسایش، اپنے شوہر اور اپنے خاندان کو قربان کر دیا تھا محض مسلمان ہونے کی وجہ سے سفر کی بیحد تکلیفیں سہی تھیں۔ جلا وطن ہوئی تھیں، مصیبتیں اٹھائی تھیں۔ اور اپنے رشتے کنبے والوں میں حقیر ہوئی تھیں۔ ایسی حالت میں جناب رحمۃ اللعلمین اگر اُن سے رشتۂ زوجیت پیدا نہ کرتے تو اُن کے لئے بڑی پریشانی کی بات تھی۔ کہاں جاتیں، کہاں گذر کرتیں، اپنا درد دکھ کس سے کہتیں، غرضکہ اُن کی جان نثاری اور محبت اسلام کا سب سے بہتر صلہ یہی تھا کہ جناب رسول کریم نے انہیں اپنے نکاح میں لے لیا۔

جو مورّخ اسے نفسانی خود غرضی پر محمول کرتے ہیں وہ حقیقت و انصاف کی آنکھوں سے محروم ہیں۔ اُنہیں یہ نظر نہیں آتا کہ پچاس برس والی عورت کے ساتھ حظِ نفس حاصل کرنے کا شبہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ اور اگر حظِ نفس حاصل کرنا مقصود ہوتا تو کیا جناب رسول کریم کے لئے قریش کی کنواری لڑکیوں کا قحط تھا۔ جو لوگ آپ پر ایمان لاچکے تھے اور دائرۂ اسلام میں داخل ہو چکے تھے وہ ذرا سے اشارہ پر اپنی عزت، اپنا مال اور جان قربان کرنے کے لئے تیار تھے۔ پھر کیا یہ غیر ممکن تھا کہ آپ کسی کے سامنے بات ڈالتے اور وہ منظور نہ کر لیتا۔ مگر نہیں آپ کو اس نکاح سے محض ایک لاوارث بوڑھی مسلمان خاتون کی عزت افزائی مقصود تھی۔ جسے آپ کی دردمند طبیعت نے نوازا اور ہمدردیوں نے

ہاتھوں ہاتھ سنبھال لیا۔

بی بی سودہ رضؓ نہ تو امیر زادی تھیں نہ کچھ ایسی عالی خاندان تھیں۔ اس پر بھی انہیں وہ مرتبہ حاصل ہوا کہ وہ پیغمبر اسلام کی بی بی کہلائیں اور سرداران عرب کے سر آخر کار ان کی عظمت و تقدس کے سامنے جھک گئے۔

آپ کی شادی جناب رسول کریم سے ان کے والد زمعہ کی مرضی سے ہوئی تھی اور وہ نکاح کے وقت خود بھی موجود تھے۔ مگر بی بی سودہ رضؓ کے بھائی عبد بن زمعہ شادی کے زمانہ میں حج کو گئے ہوئے تھے۔ وہاں سے واپس آکر جب یہ قصہ سنا تو بڑے گھبرائے اور سر پر خاک ڈالنے لگے لیکن جب مشرف باسلام ہوگئے تو اس واقعہ پر افسوس کرکے کہتے تھے کہ جس روز سودہ رضؓ کا نکاح آنحضرتؐ سے ہوا ہے اس روز میں کیسا سٹری ہو گیا تھا۔ اور میرے دماغ سے میری عقل جاتی رہی تھی۔

نکاح کے بعد تین سال تک بی بی سودہ رضؓ پیغمبر اسلام کے ساتھ مکے میں رہیں پھر ہجرت کرکے مدینہ میں آئیں اور ابو ایوب انصاری کے گھر میں مقیم ہوئیں جہاں خود نبی کریم بھی فروکش تھے۔

جس زمانہ میں بی بی سودہ رضؓ کا نکاح آنحضرت سے ہوا تھا اسی زمانہ میں آپ کا نکاح حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی ہو گیا تھا مگر چونکہ ابھی ان کی عمر صرف چھ سال کی تھی اور یہاں خانگی ضرورتوں کے انجام دینے کے لئے، ایک تجربہ کار اور سنجیدہ عورت کی ضرورت تھی اس لحاظ سے بی بی سودہ رضؓ کے ساتھ نکاح کرنا اور بھی ضروری ہو گیا تھا۔ جنہوں نے حرم رسول میں آتے ہی

اپنی بردباری لیاقت اور خوش اخلاقی سے اُن تمام کاموں کو سنبھال لیا جن کا شیرازہ بی خدیجۃ الکبریٰ کی وفات کے بعد بکھر گیا تھا۔ بی بی سودہ رضؓ نہایت عابدہ، زاہدہ، پرہیز گار اور متوکل واقع ہوئی تھیں۔ اور آپ کی عادات سے کوئی ایسا نہ تھا جو خوش نہ ہو۔

مدینہ منورہ میں آکر جب بی بی عائشہ رضؓ، ام سلمہ رضؓ، اور صفیہ رضؓ، رضی اللہ تعالیٰ عنہما آنحضرتؐ کے نکاح میں آئیں تو ام المومنین حضرت سودہ رضؓ کو خیال ہوا کہ کہیں آنحضرتؐ اُنہیں ضرورت سے زیادہ سمجھ کر چھوڑ نہ بیٹھیں حالانکہ رسول اکرمؐ کو اس بات کا خیال بھی نہ تھا اور وہ جسے اپنی حمایت میں لے چکے تھے اُسے چھوڑنا اپنی شان کریمی سے بعید سمجھتے تھے۔ مگر بی بی سودہؓ عرب کے ایام جاہلیت میں اپنی عمر کے پچاس سال ضائع کر چکی تھیں اور اُنہیں اس بات کا پورا تجربہ تھا کہ عرب والے پُرانی بیبیوں کو نئی بی بی کے ملتے ہی چھوڑ بیٹھتے ہیں۔ وہ ایسے واقعات اپنی زندگی میں چند در چند دیکھ چکی تھیں اس لئے اس بات کا خیال اُن کے دل میں پیدا ہونا بالکل ممکن تھا۔ وہ اس بات سے واقف نہ تھیں کہ میں اب جس کے نکاح میں آئی ہوں وہ بے وارثوں کا مستقل وارث، بیواؤں کا حقیقی حامی، اور بے کسوں کا دائمی ہمدرد ہے اس کی ملّت ضعیفوں اور کمزوروں کے لئے پیام امن وسکون لیکر آئی ہے اور اُس کے دل میں یہ خیال کبھی پیدا نہیں ہو سکتا کہ ایک یا چند جوان بیبیوں کے ہوتے ایک ضعیفہ بی بی کو حقوقِ زوجیت سے محروم کر دیا جائے۔

ادھر تو آپ کے دل میں یہ خیال گذرا اُدھر پیغمبر اعظمؐ پر وحی نازل ہوئی "وان امرأۃ خافت من بعلھا نشوزاً او اعراضاً فلا جناح علیھما ان یصلحا بینھما

صلحًا ط والصلح خیرٌ ط (سورۂ نسا) یعنی اگر کسی عورت کو اپنے شوہر سے علیحدگی اور بے پروائی کا اندیشہ ہو تو اُن دونوں پر کچھ گناہ نہیں ہے کہ وہ آپس میں صلح کرلیں اور صلح بہتر ہے۔ اس آیۃ شریف کا مطلب کھلا ہوا یہی ہے کہ مفارقت کسی صورت سے جائز نہیں بلکہ باہم سمجھوتہ ہو جانا چاہیئے۔

ایسی صورتیں میاں بی بی کی اکثر مابین واقع ہوتی رہتی ہیں کہ ایک دوسرے سے عرصہ تک میل نہیں ہوتا۔ یہی ہوتا ہی کہ شوہر کسی فکر، کسی خیال یا کسی بیماری کی وجہ سے اپنی عادت کے موافق بیوی سے برتاؤ نہیں کرتا اور بی بی کو شبہ ہوجاتا ہے کہ شوہر مجھ سے ناراض ہے ایسی حالت میں خیالات کی صفائی ہوجانی لازمی سی بات ہے۔ یا شوہر کو اپنی بی بی سے کوئی بدگمانی ہوئی ہو اور وہ کسی وجہ سے تحقیق حال نہ کرنے پر کشیدہ خاطر رہنے لگے اور عورت کو اس بات کا علم نہ ہو تو اس صورت میں بھی خیالات کی صفائی ضروری ہے۔ غرضکہ اس آیۃ کریمہ کا منشائے نزول یہی معلوم ہوتا ہے کہ ایسی حالتوں میں جبکہ ما بین کسی غلط فہمی یا غلط خیالی کا وقوع ہو باہم اظہار خیالات سے صفائی کرلینا چاہیئے۔

بی بی سودہ رض نے اپنے دلی خیالات مجبور ہوکر جناب رسول کریمؐ سے کہہ ہی دیئے کہ آپ جانتے ہیں میں سن رسیدہ اور بڑھیا ہوگئی ہوں میرے اعضائے جسمانی ضعیف و کمزور ہیں۔ اور میرے دل میں کسی قسم کی آرزو نام کو بھی باقی نہیں ہے اسلئے میں بخوشی اپنی باری بی بی عائشہ رض کو دیتی ہوں اور متمنی ہوں کہ میرا نام آپ اپنی زوجیت کی فہرست سے نہ کاٹیں تاکہ میں قیامت کے دن اُن عورتوں کے ساتھ اُٹھوں جو ازواج الرسول " کہلاتی ہیں۔ اور جبتک جیوں آپ ہی کے سایۂ عاطفت میں جیوں،

بی بی سودہ رضؓ کی اس درخواست کو آپ نے بطیب خاطر منظور فرما لیا۔ اور یہ کسی تاریخ سے معلوم نہیں ہوا کہ اس فیصلہ کے بعد پھر بھی جناب رسول کریم نے بی بی سودہ رضؓ سے مراسم خلوت رکھتے یا نہیں۔

بی بی سودہ رضؓ محض اسلام کی سچی محبت لیکر اس دائرہ میں آئی تھیں اور آخر دم تک وہ اسلام کی سچی خادمہ رہیں۔ نکاح سے اُن کی غرض اپنی خواہشات کا پورا کرنا نہ تھی بلکہ نبی کریم کے ازواج مطہرات میں نام لکھوا کر "ام المومنین" کا لقب پانا مقصود تھا۔ اور یہ مقصد اُن کا خدا نے نہایت کامیابی اور خوبصورتی کے ساتھ پورا کر دیا۔

جس زمانہ میں بی بی سودہ رضؓ مدینہ منورہ میں تشریف لائی ہیں اُس زمانہ میں وہ ایک معمولی سا گاؤں تھا۔ اور اُس کا نام یثرب تھا۔ چونکہ رسول اللہ صلعم کو بُرے ناموں سے ہمیشہ نفرت رہا کرتی تھی اس لئے آپ نے اُس کا نام مدینہ رکھدیا۔ یثرب کی آب وہوا بھی خراب تھی۔ مگر آپ کے قدموں کی برکت سے اُس میں خوشگواری پیدا ہوگئی۔ وہاں رفع ضرورت کے لئے پاخانے بھی نہ تھے اور یہودی شرفا کی بہو بیٹیاں بھی رفع حاجت کے لئے جھٹ پٹے وقت گاؤں کے باہر چلی جایا کرتی تھیں اور اس سے تو پیغمبر اسلام کی بیبیاں بھی مستثنیٰ نہ رہ سکیں۔ گاؤں کے شریر النفس نوجوان تاک جھانک میں مصروف رہتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ بات بہت ہی نا گوار تھی اور وہ چاہتے تھے کہ کسی طرح امہات المومنین کو پردہ میں بیٹھنے کا حکم دیدیا جائے۔ اور بار بار جناب رسالت مآب سے عرض کرتے تھے مگر آپ اس معاملہ میں وحی کے منتظر تھے اور اپنی طرف سے کچھ بھی نہیں کہہ سکتے تھے۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ بی بی سودہ رضؓ رفع حاجت کے لئے باہر نکلیں۔ شام کا وقت

تھا۔ اندھیرا پھیلتا چلا جاتا تھا۔ ان کے ساتھ ایک بی بی اور بھی تھیں۔ اتفاق سے راستے میں حضرت عمر رض مل گئے۔ انہوں نے پہچانا اور کسی قدر سخت لہجہ میں کہا "سودہ" میں نے تمہیں دیکھ لیا ہے! بی بی سودہ رض اس وقت تو چپ چاپ چلی گئیں مگر واپس آنے کے بعد حضرت صلعم سے یہ واقعہ بیان کرکے شکایتاً کہنے لگیں "کیا ہم اپنی ضرورت سے بھی باہر نہ نکلا کریں" آپ نے کچھ دیر سکوت فرمایا پھر ارشاد کیا کہ "میں عورتوں کو ان کی ضروریات کے لئے باہر نکلنے سے منع نہیں کرتا"

جناب رسول کا یہ فرمان عورتوں کے لئے ضرورت کے وقت باہر نکلنے کو بظاہر ایک اجازت نامہ ہے۔ اور ایسی ہی حدیثوں کی آڑ لیکر آجکل مخالفین پردہ پردے کے خلاف لیکچر دے رہے ہیں۔ لیکن اگر انصاف سے دیکھا جائے اور واقعات کے ہر پہلو پر غور کیا جائے تو اس سے عورتوں کی "آزادی" ہرگز جائز نہیں ہوتی۔ یہ ہم بھی کہہ سکتے ہیں کہ کسی اہم ضرورت سے مجبور ہو کر عورت جسمانی پوشش کے ساتھ گھر سے نکل سکتی ہے مگر کیا وہ اسی حدیث کے سہارے سے مردوں کے ساتھ کرکٹ اور ٹینس بھی کھیل سکتی ہے، کیا وہ تھیٹروں میں مردانہ کرسیوں کے برابر اپنی کرسی بھی لگا سکتی ہے، کیا وہ ٹمٹموں اور بگھیوں میں اپنے شوہر یا محرموں کے ساتھ بیٹھ کر گلگشت اور سیر گشت کو بھی جا سکتی ہے۔ اور کیا یہ حدیث عورتوں کو پردہ کی قید سے بالکل آزاد کر دینے کی ذمہ دار ہے؟ ہرگز نہیں اور کبھی نہیں، بلکہ اس کے الفاظ سے صاف ظاہر ہے کہ ضرورت کے وقت عورت گھر سے باہر نکل سکتی ہے۔ اور بس۔ باہر نکلنے کا طریقہ اس حدیث میں کچھ بیان نہیں کیا گیا مگر دوسری حدیثوں میں حجاب اور ستر کے متعلق بہت سے احکام موجود ہیں۔ پس ایسی ضرورت کے وقت

جبکہ عورت کا گھر سے باہر نکلنا ناگزیر ہو اگر عورت اپنے جسم کے ہر حصے کو اچھی طرح چھپا کر نکلے تو یقیناً اس حدیث شریف کے مطابق وہ قابل الزام نہیں ہے۔ بہت سی ضرورتیں ایسی ہو سکتی ہیں کہ عورت کو گھر سے نکلنا پڑے مثلاً شوہر سخت بیمار ہے اور گھر میں کوئی دوسرا شخص نہیں ہے اب اگر یہ دوا لینے یا کسی دوسری ضروری چیز کے خریدنے کو حجاب مروجہ کے ساتھ گھر سے باہر نکلے تو کوئی مضایقہ نہیں۔ یا عورت بیوہ ہو ضعیف العمر ہے اور اُس کا کوئی والی وارث یا خبر گیر نہیں ہے وہ اگر گھر سے باہر نکل کر اپنی ضرورتوں کو پورا نہ کرے گی تو گھر بیٹھے کام کیسے چل سکتا ہے ایسی ہی چند اور صورتیں ہیں جنمیں عورتوں کا ستر کے ساتھ باہر نکلنا گناہ نہیں ہے لیکن بغیر کسی ضرورت کے صرف ہوا خوری یا تفریح کے لئے عورتوں کا نکلنا سخت مکروہ ہے۔ خصوصاً ہندوستان میں جہاں مسلمانوں کے علاوہ اور قومیں بھی آباد ہیں۔ اور جہاں بدچلنی اور بدنگاہی کی وبا عالمگیر ہو رہی ہے۔

ہم نے یہ کسی حدیث میں نہیں دیکھا کہ امہات الامہ باغوں کی سیر اور تفریح گاہوں کے تماشے کو بھی تشریف لیگئی تھیں اور حضرتؐ نے اُس وقت بھی یہی حدیث فرمائی تھی۔

المختصر حضرت سودہ رض جناب رسول کریمؐ کی زندگی تک سہاگن ہی رہیں۔ اور اپنے اخلاق سے ہمیشہ سب کو خوش دل رکھا۔ آپ کی سیر چشمی اور بے نفسی کا ثبوت اس روایت سے ملتا ہے کہ حضرت عمر رض نے اپنے زمانہ خلافت میں ایک روپیوں سے بھری ہوئی تھیلی بی بی سودہ رض کے پاس بھیجی۔ آپ نے خادم سے (جو تھیلی لایا تھا) پوچھا کہ اس میں کیا لائے ہو کیا کھجوریں ہیں؟ اُس نے عرض کیا کہ نہیں ام المومنین

اس میں درہم ہیں۔ بی بی سودہ رضؓ بولیں کہ ہم درہم لیکر کیا کریں کھجوریں ہوتیں تو کچھ کام بھی آتیں۔

آپ سے آنحضرت صلعم کے اولاد نہیں ہوئی۔ صرف پہلے شوہر سکران سے ایک لڑکا عبدالرحمٰن ہوا تھا جس کا ذکر ہم کہیں اوپر کر چکے ہیں۔ ان بی بی کی بڑی فضیلت ہے اس لئے کہ آپ نے دوسری چند بیبیوں کی طرح زمانۂ نبوت سے عہد وفات تک جناب رسول کریمؐ کو مدد دی ہے اور ایسے ایسے زمانے دیکھے ہیں، کہ جن کے دیکھنے کی بڑے بڑے تابعین کو حسرت رہ گئی۔ خوش نصیب تھیں وہ ام المومنین سودہ رضؓ۔ جو کامل تیس سال تک رسولِ خدا کی خدمت گزار رہی ہیں، ہیں جن میں سے چند سال عہدِ نبوّت میں گذرے اور چند سال بعد وفات نہایت صبر و توکل اور استقلال کی زندگی میں بسر کئے۔ اور مبارک تھیں جناب سودہ رضؓ کہ کفر سے نکل کر اسلام میں داخل ہوئیں اور اسلام پر اپنے فرزند و شوہر کو بھی قربان کر دیا۔

آپ کی وفات ۱۹ سنہ ہجری میں ہوئی جبکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آخری زمانۂ خلافت تھا۔ اور آپ مدینہ ہی میں دفن ہوئیں۔ خلیفۂ وقت اکثر بعض احادیث و واقعات کی تفصیل دریافت کرنے کے لئے آپ کے پاس جایا کرتے تھے۔ اسلئے کہ اپنی کہن سالی، ذکاوتِ خداداد، اور فکر مستقل نے آپ کو بہت سی احادیث نبوی کا حافظ بنا دیا تھا۔

حضرت سودہ رضؓ کی حسرت پوری ہوئی اور گو آپ غیر مسلم پیدا ہوئیں مگر مرتے وقت اور مرنے کے بعد "ام المومنین" کہلائیں۔ خدا اُن کی قبر پر قیامت تک رحمت کا مینھ برسائے اور جنت میں انہیں اعلیٰ ترین درجے دے۔ آمین۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت عایشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

آپ کا نام عایشہ رضؓ تہا۔ ماں کا نام ام رومان تہا جو عامر بن عویم کی بیٹی تہیں اور حضرت ابوبکر صدیق رضؓ خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے باپ تھے۔ بی بی عایشہ رضؓ ہجرت مدینہ سے نو برس پہلے مکے میں پیدا ہوئیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نبوت کے پہلے برس میں اور اس برس کے پہلے دنوں میں ۱۳ برس قبل ہجرت مشرف بہ اسلام ہو چکے تھے اور بی بی ام رومان بھی تھوڑے دن بعد ایمان لے آئی تہیں اس لئے بی بی عایشہ رضؓ نے اسلام ہی کی گود میں ابتدائے پیدایش سے پرورش پائی۔ اور یوں تو جو بچہ پیدا ہوتا ہے وہ فطرت اسلام ہی پر پیدا ہوتا ہے مگر آپ نے پیدا ہوتے ہی اسلام کی سچی اور عالمگیر الفت کے سایہ میں پناہ لی اور اس گھر میں آنکھہ کھولی جس میں اسلام کے انوار چاند کی روشنی کی طرح پھیلے ہوئے تھے۔

آپ شروع سے ہی غیر معمولی ذہین اور طبیعت دار ثابت ہوئی تہیں، آپکی خداداد قابلیت، حسن صورت، حسن سیرت، سلیقہ شعاری، اور بلند خیالی نے دوسرے بھائی بہنوں میں آپ کو خاص امتیاز دے رکھا تہا۔ اور والدین سب سے زیادہ آپکو چاہتے تھے۔

جب آپ چھ برس کی ہوئیں تو خولہ بنت حکم بن الاوقص سے مشورہ کرکے

آپؐ نے حضرت عائشہ رضؓ کو پیغام نکاح بھیجا اور ماں باپ کی رضامندی سے حضرت عائشہ رضؓ آپ کے نکاح میں آئیں۔ چونکہ آپ کی عمر کم تھی اس لئے والدین نے آپ کو اس وقت تک رخصت نہیں کیا جب تک کہ آپ کی عمر ۹ یا ۱۰ سال کی نہیں ہوگئی نو یا دس برس کی عمر میں کسی لڑکی کو رخصت کر دینا آجکل ضرور حیرت کی نگاہ سے دیکھا جائے گا۔ لیکن عرب کا ملک بیحد گرم ہے اور وہاں لڑکیاں ۸۔۹ برس کی عمر میں عموماً بالغ ہو جایا کرتی ہیں اس لئے ۹ یا ۱۰ برس کی عمر میں آپ کو رخصت کر دینا کوئی خلاف معاشرت بات نہ تھی۔ ہاں اس میں شک نہیں کہ جب آپ اپنے میکے سے رخصت ہو کر آئیں تو عمر ضرور چھوٹی تھی۔ جو کسی حالت میں قابل اعتراض نہیں ہو سکتی ہے۔

یہ بات تمام مورخین بالاتفاق مانتے ہیں کہ بی بی عائشہ رضؓ سے آنحضرتؐ کو بیحد محبت تھی۔ یہ محبت کچھ اس وجہ سے نہ تھی کہ ازواج مطہرات میں صرف آپ کنواری تھیں اور باقی سب دو ہاجین تھیں۔ بلکہ آپ کی خوش اخلاقی، ذہانت، و ذکاوت اور سمجھداری نے آنحضرتؐ کے دل میں گنجائش پیدا کر لی تھی۔ اکثر معاملات میں آپ صرف بی بی عائشہ رضؓ ہی سے مشورہ لیا کرتے تھے۔ اور آپ کی رائے اس قدر صائب اور مضبوط ہوتی تھی کہ اس رائے کے بعد پھر دوسری رائے کی ضرورت نہ ہوتی تھی۔ آپ نہایت فصیح و بلیغ گفتگو کرتی تھیں۔ اور جب آپ کچھ گفتگو کرتی تھیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہایت خاموشی کے ساتھ سنا کرتے تھے۔

جب آپ نئی نئی بیاہی آئی تھیں تو آپ کی والدہ ام رومان نے بچپن کے کھلونے ان کے ساتھ کر دیئے کہ لڑکی ہے نو عمر، پہلے پہل اپنے گھر سے جدا ہو گی

کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کا دل گھبرائے۔ بی بی عائشہ رضؓ جب گھر کے کام کاج سے فرصت پاتیں تو اپنی سہیلیوں کے ساتھ جو انصار مدینہ کی لڑکیاں تھیں گڑیاں کھیلنے کے لئے بیٹھ جاتیں اکثر ایسا ہوا کہ بی بی عائشہ رضؓ گڑیاں کھیل رہی ہیں اور جناب رسول کریم بھی آگئے ہیں آپ کو دیکھکر انصار کی لڑکیاں ادھر اُدھر چھپ جاتیں۔ اور بی بی عائشہ اکیلی بیٹھی رہجاتیں مگر آپ خود اُن لڑکیوں کو پکڑ پکڑ کر لاتے اور بی بی عائشہ رضؓ کے پاس بٹھاتے اور کہتے کہ جاؤ کھیلو اور کسی بات کا خوف نہ کرو۔

بات یہ ہے کہ آپ عورتوں سے خصوصیت کے ساتھ بہت رحیمانہ برتاؤ کرتے تھے۔ جیسا کہ آپ کی طرز معاشرت سے واضح تھا۔ آپ اپنی ازواج مطہرات کا دل ہمیشہ اپنے ہاتھ میں رکھتے تھے۔ اور کبھی انہیں شکایت کا موقعہ نہ دیتے تھے۔

حضرت عائشہ رضؓ سے عمر بھر میں آپ ایک مرتبہ ناراض ہوئے تھے۔ اور وہ قصہ بھی ایسا ہی تھا کہ جس پر آجتک تعصب ناک اعتراضات کئے جا رہے ہیں اور محض بدگمانیوں کی بنیاد پر جناب عائشہ رضؓ کی ذات پر بے بنیاد اتہامات لگائے جا رہے ہیں۔ ہمیں یورپین مورخوں سے اتنی شکایت نہیں ہے جتنی کہ اپنے اہل قلم اصل الرائے مورخوں سے ہے۔ کیونکہ عیسائی مورخ ہمیشہ اس بات کی کوشش میں رہتے آئے ہیں کہ جناب رسول کریم کی تمدنی و معاشرتی زندگی میں الزامی پہلو نکالیں اور مسلمانوں کو چند ایسے کمزور اسباب معاشرت دکھائیں کہ وہ اپنے پیغمبر اسلام سے بدظن ہو جائیں۔ مگر اس قسم کی جاہلانہ اور متعصبانہ کوششیں تحقیق و تلاش کی روشنی میں ذرا سی دیر بھی قائم نہیں رہ سکتیں۔ اُن کے نقطۂ نقطہ سے متعصب اور غلط رائے ٹپکتی ہے اور وہ پر کا کبوتر بنانے میں ہمیشہ سرگرم رہے ہیں۔

بات صرف اتنی تھی کہ جب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کہیں سفر کے لئے تشریف لے جاتے تھے تو اپنی بیویوں میں قرعہ ڈال لیا کرتے تھے جن بی بی کے نام قرعہ نکلتا انہیں اپنے ہمراہ لے جاتے۔ ہجرت کے پانچویں برس میں غزوہ بنی مصطلق سے پہلے آپ کو ایک غزوہ میں جانے کی ضرورت درپیش تھی۔ قرعہ ڈالا گیا تو بی بی عائشہ رضؓ کا نام نکلا اور وہ ہمراہ آپ کے گئیں۔

واپسی کے وقت جب مدینہ منورہ تھوڑی دور رہ گیا تو ایک جگہ نمازیان اسلام نے مقام کیا۔ رات کا پچھلا پہر تھا بی بی عائشہ رضؓ رفع ضرورت کے لئے پڑاؤ سے باہر گئی ہوئی تھیں راستہ میں نگوں کا ہار جو چلتے وقت اپنی بہن اسماء سے مانگ لائیں تھیں ٹوٹ کر گر پڑا اس لئے آپ کو پھر واپس جانا پڑا اور اس کے ڈھونڈنے میں کچھ دیر لگ گئی۔ یہ واپس آنے بھی نہ پائی تھیں کہ لشکر کوچ کر گیا۔ ساربان جس کے اونٹ پر آپ سوار ہو کر آئی تھیں یہ سمجھا کہ آپ اونٹ کے کجاوے میں ہیں اطمینان سے بند کا بند اونٹ پر لاد کر روانہ ہو گیا۔ جب آپ واپس آئیں تو لشکر کو وہاں نہ پایا۔ یہ خیال کر کے کہ کوئی نہ کوئی ڈھونڈنے کو ضرور آئے گا۔ اسی جگہ لیٹ رہیں۔ اور سو گئیں۔ لشکر کے پیچھے ایک آدمی رہا کرتا تھا جو لوگوں کی گری پڑی چیزیں اٹھا لیا کرتا تھا اس کام پر صفوان بن معطل مقرر تھا۔ وہ جو پیچھے سے آیا تو اسے ایک آدمی زمین پر پڑا ہوا نظر آیا پاس آیا تو دیکھا کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ ہیں۔ بس انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھ کر پرے ہٹ گیا۔ خود اونٹ سے اتر پڑا۔ اور بی بی عائشہ رضؓ کو اونٹ پر سوار کر لیا۔ مہار ہاتھ میں لے لی اور آگے آگے ہو لیا۔ یہاں جب قافلہ منزل پر پہنچا تو بی بی عائشہ رضؓ کو نہ پایا۔ لوگوں میں چہ میگویاں ہونے لگیں ابھی سب اسی فکر میں تھے کہ صفوان

بی عائشہ رض کو لئے ہوئے آپہونچا اور سارا واقعہ بیان کیا۔

قصہ تو صرف اتنا ہی تھا مگر منافقین کو ایک پہلو ہاتھ آگیا اور وہ اس واقعہ پر حاشئے چڑھا کر آپس میں چرچے کرنے لگے جناب رسول کریم جب مدینے پہنچے تو منافقوں کی گفت وشنید کا حال معلوم ہوا۔ آپ کو سخت غصہ آیا اور آپ بی عائشہ رض سے کشیدہ رہنے لگے۔ اتفاق کی بات کہ یہ اس عرصہ میں بیمار ہو گئیں۔ پہلے تو یہ حالت تھی کہ پیغمبر اسلام ان کی حالت علالت میں ہر وقت ان کے پاس بیٹھے رہا کرتے تھے اپنے ہاتھ سے دوائیں پلاتے تھے۔ تسلی دیتے تھے اور ہر طرح دلجوئی فرماتے تھے۔ یا یہ ہے کہ اب آتے ہیں تو صرف اس قدر پوچھ کر چلے جاتے ہیں "کہ اب تم کیسی ہو" بی عائشہ رض کو حیرت تھی کہ خدا جانے یہ کیا بات ہے۔ مگر بیماری کا خیال اتنی مہلت نہیں دیتا تھا کہ کبھی آپ سے اس کشیدگی اور ناراضگی کی وجہ پوچھتیں اور نہ آپ کو منافقین کے الزامات کی کچھ خبر تھی۔

ایک دن جب شام ہو چکی تو آپ اپنی پھوپی ام مسطح کو ساتھ لیکر قضائے حاجات کے لئے مدینے سے باہر تشریف لے گئیں اور وہاں اثنائے گفتگو میں انہیں کی زبانی آپکو منافقین کی اس بڑھی ہوئی بدخیالی کا علم ہوا جسے سُن کر آپ بہت کچھ زیادہ رنجیدہ ہوئیں اور اب آپ کو جناب رسول کریم کی کشیدگی کا سبب بھی معلوم ہوا۔ گھر آئیں تو اپنی طبیعت کو اور بھی زیادہ نڈھال پایا۔ اور مصلحت وقت سمجھکر پیغمبر خدا صلعم سے رخصت لیکر اپنے گھر چلی آئیں۔

میکے میں آکر بی عائشہ رض نے اپنی ماں اُم رومان سے پوچھا کہ منافقین عرب نے جو الزامات لگا رکھے ہیں کیا آپ کو اُن کے متعلق کچھ علم ہے اُم رومان بولیں کہ یہ

سارا جھگڑا اُن عورتوں کا اٹھایا ہوا ہے جو جناب رسولِ خدا کی بیوی بننا چاہتی ہیں یا یہ قصے اُن بدنیت مردوں کے اُٹھائے ہوئے ہیں جو تمہارے اس عروج و افتخار کو دیکھ دیکھ کر اپنی لڑکیوں کی بدقسمتی پر جلتے ہیں۔ باقی مجھے کچھ خبر نہیں۔"

آپ کے والد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے اور اُنہوں نے بیٹی کا یہ حال سُنا تو تسلی دی اور کہا کہ اگر تم اس الزام سے پاک ہو تو خدا تمہاری مدد ضرور کرے گا۔ ادھر جناب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے بعض اصحاب سے بی بی عائشہ رضؓ کے چھوڑنے میں مشورہ لیا۔ حضرت اسامہ رضؓ نے بی بی عائشہ رضؓ کی بہت تعریف کی۔ اور کہا کہ اگر ان میں کوئی عیب ہوتا تو عالم الغیب آپ کو ضرور اطلاع دیدیتا حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کو یہ واقعات بریرہ لونڈی سے دریافت کرنے چاہئیں۔ جو بات ہوگی وہ صاف صاف کہدے گی۔ پیغمبر صاحب نے بریرہ کو بلایا اور پوچھا تو وہ کہنے لگی کہ "یا رسول اللہ مجھے اُس ذات پاک کی قسم ہے آپ کو خدا کا رسول بنایا میں نے عائشہ رضؓ میں اسکے سوا اور کوئی بات نہیں دیکھی کہ وہ نو عمر لڑکی ہے گھر کا آٹا گوندھ کر سو جاتی ہے اور بکریاں آکر آٹا کھا جاتی ہیں"

قصہ تو بڑا ہے مگر مختصراً یہ کہ آپ کی پاک دامنی اور معصومیت پر خدائے کریم کی طرف سے آیۃ تطہیر نازل ہوئی۔ اُس وقت تمام مسلمانوں کو اپنی بدگمانیوں پر نادم ہونا پڑا اور جناب رسول کریم نے بی بی عائشہ رضؓ سے مسکرا کر فرمایا کہ عائشہ رضؓ تمہیں خوش ہونا چاہئے۔ خدا کی قسم تم منافقوں کے الزام سے بالکل بری ہو خدا نے خود تمہاری برأت کی گواہی دی ہے۔ پھر آپ نے وہ آیتیں پڑھیں۔ بی بی عائشہ رضؓ

اُن آیتوں کو سُن کر اُٹھ کھڑی ہوئیں خدا کا شکر ادا کیا۔ اور اس باہمی کشیدگی کا خاتمہ ہو گیا

جناب رسول کریم آپ کو بہت چاہتے تھے اور آپ کی دلجوئی کا بہت بڑا خیال رکھتے تھے۔ ایک دفعہ آپ غزوۂ تبوک یا شاید غزوۂ حُنین سے واپس تشریف لائے۔ بی بی عائشہ رضؓ کے گھر میں ایک طاق تھا جس پہ ایک پردہ پڑا رہتا تھا اور طاق میں گڑیاں گڈے سجے ہوئے رکھے رہتے تھے۔ اتفاق سے ہوا چلی اور پردہ اُٹھ گیا۔ رسول صلعم نے طاق کی طرف اشارہ کر کے بی بی عائشہ رضؓ سے فرمایا یہ کیا ہے۔ وہ بولیں میرے کھیلنے کی گڑیاں ہیں گڑیوں میں ایک کپڑے کا گھوڑا بھی تھا جس کے دو پر بھی کاغذ کے بنے ہوئے لگے تھے آپ نے اُس گھوڑے کی طرف اشارہ کر کے بی بی عائشہ صدیقہ رضؓ فرمایا کہ یہ کیا ہے جواب دیا کہ یہ گھوڑا ہے۔ فرمایا کہ کیا گھوڑے کے پر بھی ہوا کرتے ہیں بی بی عائشہ رضؓ نے شوخی کے ساتھ جواب دیا کہ آپ ہی تو فرمایا کرتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس پردار گھوڑے بھی تھے یہ جواب سُن کر حضور اکرم ہنس دیئے۔ اس روایت کو بخاریؒ نے نقل کیا ہے اور اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ کو بی بی عائشہ رضؓ کی خاطر داشت بہت زیادہ منظور تھی۔

جب جناب رسول کریم کی وفات ہوئی ہے اُس وقت جنابہ عائشہ صدیقہ رضؓ کی عمر کل اٹھارہ سال کی تھی اس حساب سے آپ کو صرف ۹ برس آپ کی صحبت میں نصیب ہوئے۔ لیکن اس قلیل زمانے میں آپ نے اپنی خداداد ذہانت اور قابلیت کی وجہ سے احادیث رسول اللہ پر کافی سے زیادہ عبور پا لیا تھا۔ یہانتک کہ بڑے بڑے صحابہ اور خلفائے راشدین بھی آپ سے مستفید ہوا کرتے تھے

اور اکثر مسائل کی تحقیق کے لئے جناب عائیشہ رض کے دروازہ پر تشریف لایا کرتے تھے مشکل سے مشکل مسئلہ آپ نہایت آسانی کے ساتھ حل کر دیتی تھیں۔ اور آپ کی رائے کے خلاف کوئی اپنی رائے پیش نہیں کر سکتا تھا۔ عطار بن ابی ریاح جو اپنے زمانے کے ایک مشہور تابعی ہیں فرماتے ہیں کہ حضرت عائیشہ رض اپنے عہد زندگی میں تمام لوگوں سے زیادہ فقیہہ تھیں۔

علم حدیث و فقہ کے علاوہ ایام جاہلیت کے واقعات۔ شعرائے متقدمین کے اشعار، اور فن طب کے بہترین رموز آپ کو یاد تھے۔ اور آپ سے زیادہ ان باتوں کو اور کوئی نہیں جانتا تھا۔ عروہ جو ایک متبحر عالم تھے کہتے ہیں کہ میں نے فقہ اور طب و شعر میں بی بی عائیشہ رض سے زیادہ کسی کو ماہر نہیں دیکھا۔ تمام مورخ بالاتفاق اس بات کو مانتے ہیں کہ اگر جناب رسول کریم ص کی وفات کے بعد حضرت عائشہ رض زندہ نہ رہتیں تو علم حدیث کا آدھا حصہ ضائع ہو جاتا۔ اسی علم و فضل کا یہ نتیجہ تھا کہ خلفائے راشدین آپ کی بیحد عزت کرتے تھے یوں تو آنحضرت صلعم کی تمام ازدواج مطہرات کی تعظیم و تکریم کی جاتی تھی مگر جنابہ عائیشہ صدیقہ رض کے سامنے سر عجز جھکانے کا سب سے بڑا سبب آپ کا علم حدیث میں ماہر ہونا تھا۔ حضرت عائیشہ رض کا وجود نہ ہوتا تو وہ ہزاروں مسائل جن کا عورتوں سے رازدارانہ تعلق ہے پردہ میں رہجاتے اور مسلمانوں کو اصلاح معاشرت میں بہت زیادہ مشکلیں پڑ جاتیں۔

کہتے ہیں کہ آپ کبھی کبھی شعر بھی کہا کرتی تھیں۔ یہ دو شعر آپکے بہت زیادہ مشہور ہیں

ولو سمعوا فی مصر اوصاف خدہ　　لما بذلوا فی سوم یوسف من نقد

لوائمی زلیخا لو راین جبینہ　　لآثرن بالقطع القلوب علی الایدی

عروہ بن زبیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضؓ کو ستر ستر ہزار درہم صدقے کرتے دیکھا ہے حالانکہ آپ کے کپڑوں میں پیوند لگے ہوئے تھے بعض لوگ جو یہ الزام آپ پر لگاتے ہیں کہ آپ کو اہل بیت اطہار سے عداوت تھی بالکل لغو اور غلط ہے اس لئے کہ آپ نے ہمیشہ امیر معاویہ رضؓ کے مقابلہ میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی بڑی سرگرمی سے تائید فرمائی۔ اور اکثر اوقات تلوار کھینچ کھینچ کر امیر معاویہ رضؓ کے سامنے کھڑی ہوگئیں۔ اور ہمیشہ حضور انور کے نواسوں کا ساتھ دیا۔

۵۸ھ میں رمضان کی سترھویں تاریخ جبکہ آپکی عمر ۶۶ برس کی تھی آپکا وصال ہوا لوگوں نے آپ سے دریافت کیا کہ آپ کو روضۂ مبارک میں دفن کریں یا کہیں اور۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں میں اس قابل نہیں ہوں مجھے بقیع میں دفنانا۔

بعض اصحاب مثلاً حضرت ابن عباس رضؓ اور عبداللہ رضؓ ابن زبیر ایام علالت میں آپ سے ملنے کو آتے تھے۔ مگر بڑی مشکل سے اجازت پاتے تھے حضرت ابن عباسؓ مرض الموت میں آپ سے ملنے آئے تو اجازت سے اندر بلائے گئے۔ حضرت صدیقہ رضؓ کو متفکر دیکھ کر ابن عباس رضؓ بولے کہ آپ خوف نہ کیجئے کیونکہ آپ بخشش کے وعدہ پر جا رہی ہیں۔ پھر یہ آیت پڑھی الطیبات لطیبین والطیبون للطیبات اور کہا کہ یہ آیت تو آپ ہی کے شان میں نازل ہوئی ہے۔ اتنا سن کر حضرت عائشہ رضؓ بے حد مسرور ہوئیں اور مسکرادیں۔ مگر ساتھ ہی بے ہوشی طاری ہوئی پھر ہوش آیا تو آپ نے اپنی فضیلت بیان فرمائی اور کہا کہ خدا مجھے ہنسی خوشی اس دنیا سے اٹھائے میں اس بات کو بہت پسند کرتی ہوں۔ غرض کہ جب آپ نے وفات فرمائی تو آنحضرتؐ کے جلیل القدر صحابی ابوہریرہ رضؓ نے جنازے کی نماز پڑھائی اور زبیر ابن عوام کے دونوں بیٹے

عبداللہ اور عروہ اور حضرت ابوبکرؓ کے پوتے قاسم بن محمد اور عبداللہ بن عبدالرحمٰن قبر میں اُترے اور آپ کو رات کے وقت جنت البقیع میں دفن کر دیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ط

بی بی عائشہ رضؓ صدیقہ کے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ مگر انھوں نے اپنی ہمشیرہ اسماء کے بڑے صاحبزادے عبداللہ کے نام پر اپنی کنیت ام عبداللہ رکھ لی تھی۔

بی عائشہؓ حقیقت میں خوش نصیب تھیں نہ صرف اس لئے کہ وہ پیغمبر خدا کی چہیتی بی بی تھیں بلکہ اس لئے بھی کہ جو خصوصیتیں آپ میں جمع تھیں وہ آپ کی معاصر عورتوں کو نہیں ملیں۔ جناب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے آپ ہی کی آغوش محبت میں وصال فرمایا اور آپ ہی کے حجرے میں دفن بھی ہوئے۔ حضرت عائشہؓ صدیقہ خود فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلعم کی وفات کے وقت سر مبارک میرے سینے سے لگا ہوا تھا کہ میرے بھائی عبدالرحمٰن ہاتھ میں مسواک لئے ہوئے آئے رسول اللہ صلعم نے مسواک کو غور سے دیکھا اس لئے کہ آپ مسواک کو بہت پسند فرماتے تھے۔ میں نے پوچھا کہ "مسواک آپ کو دوں" آپ نے سر کے اشارہ سے فرمایا کہ ہاں۔ میں نے عبدالرحمٰن سے مسواک لیکر اپنے دانتوں میں نرم کی اور رسول اللہؐ کو دی۔ آپ نے اُس کو اچھی طرح استعمال کیا۔ حضرت عائشہ رضؓ کو اس واقعہ پر ہمیشہ فخر رہا۔ اور آپ اکثر فرمایا کرتی تھیں کہ اس طرح میرا اور رسول اللہ صلعم کا لعاب دہن جمع ہو گیا اور خصوصاً اُس وقت جبکہ آنحضرت سفر آخرت کے لئے تیار تھے۔

غرض کہ بی عائشہؓ نہایت نیک دل، عالم، پارسا، زاہدہ، عابدہ، عاقلہ، اور مدبر بی بی تھیں جنکا نام آجتک عام مسلمانوں میں عزت و عظمت کے ساتھ مشہور ہے اور تا قیامت رہیگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

آپ خلیفۂ دوم جناب عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی بیٹی تھیں۔ اسلام میں جناب عمر رض کا جو مرتبہ ہے وہ کسی پر پوشیدہ نہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ حق عمر رض کی زبان پر جاری ہے۔ بی بی حفصہ رض حضرت رسالت پناہی سے عمر میں ۳۵ برس چھوٹی اور جناب فاطمہ رض کی ہم سن تھیں۔ آپ کا پہلا نکاح خنیس بن خدافۃ السہمی سے ہوا تھا۔ چونکہ یہ دونوں میاں بیوی مسلمان تھے اس لئے مکہ معظمہ سے ہجرت کرکے نبی کریمؐ کے ساتھ مدینہ تشریف لے آئے تھے۔ خنیس رض جنگ بدر میں بھی شریک تھے مدینہ ہی میں ان کا انتقال ہوگیا۔ اور بی حفصہ رض بیوہ ہوگئیں۔

جب مدت عدت گذر چکی تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی لڑکی کا پیام ابوبکر رض اور حضرت عثمان رض کے پاس بھیجا۔ اتنا تو زہرہ نہ تھا کہ جناب رسول کریم سے براہ راست تحریک کی جاتی لیکن ان دونوں سے کہنے کا منشا یہی تھا کہ اس کی خبر جناب رسول مقبول کے کانوں تک پہونچے گی اور وہ حقوق ہجرت، مشکلات بیوگی، اور میری خدماتِ خادمانہ کا خیال کرکے حفصہ رض کے نکاح کی طرف خود ہی راغب ہوجائیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ حضرت عمر رض نے حضرات ابوبکر رض و عثمان رض کے سامنے یہ تذکرہ چھیڑا تو جناب رسول کریمؐ نے انہیں اپنے عقد میں لانے کی خواہش کی۔ اور اس طرح بی بی حفصہ رض حضور انور کے نکاح میں آگئیں۔

سبحان اللہ ایک زمانہ تو وہ تھا کہ عدت کی مدت گزرتے ہی باپ کو فکر ہوئی کہ کسی طرح اپنی لڑکی کا نکاح کسی سے پھر کردیا جائے یا ایک زمانہ یہ ہے کہ بعض گھروں میں جوان بیوہ عورتیں بیٹھی ہوئی ہیں اور ان کے نکاح کی کسی کو فکر تک نہیں ہے۔ آپ لوگ بیوہ عورتوں کے نکاح کو خاندان کی رسوائی سمجھتے ہیں۔ اور بیوہ عورتیں بھی پسند نہیں کرتیں کہ ایک شوہر کے مرجانے کے بعد دوسرے شوہر کے ساتھ حقوق زوجیت قائم کریں۔

ہم نہیں سمجھ سکتے کہ اس ضد میں اُن کا فائدہ کیا ہے؟ یہ تو ظاہر ہے کہ جناب رسول کریم نے خود بیوہ عورتوں کے ساتھ شادی کی، اور یہ بھی معلوم ہے کہ بیوہ مسلمان عورتوں نے اپنی دوسری شادی کرنے میں کچھ عذر نہیں کیا۔ پس اگر شریعت اسلام کو دیکھا جاتا ہے تو عقد بیوگان میں اتباعِ سنت رسول اللہ علیہ وسلم کی پوری شان جلوہ گر ہے۔ یہ رسم کہ بیوہ عورتوں کی شادی نہ کی جائے غیر قوموں میں بے شک مروج و مرسوم ہے لیکن جب ہم مسلمان کہلاتے ہیں تو ہمیں عقد ثانی کی پوری قوت کے ساتھ تائید کرنی چاہیئے۔ اور اُن تمام رسموں کو قطعاً چھوڑ دینا چاہیئے جنکا رواج غیر قوموں میں موجود ہے بیوگی کے عالم کو عمر بھر بدستور قائم رکھنے سے عورتوں کے لئے بڑے بڑے نقصان ہیں۔ جن میں سے بعض کا ذکر یہاں کیا جاتا ہے۔

(۱) بیوہ عورتیں اکثر امراض رحم میں مبتلا ہوتی ہیں۔

(۲) تپِ دق کا مہلک عارضہ بیوگی کا ایک خطرناک نتیجہ ہے۔

(۳) نسل انسانی کی ترقی اُن کی ضد سے ایک بڑی حد تک محدود ہو جاتی ہے۔

(۴) ساری عمر اُن کا بار ماں باپ کے سر رہتا ہے اور وہ عزیزوں رشتے داروں

ہیں عزت کی نگاہوں سے نہیں دیکھی جاتیں۔

(۵) وہ اپنی زندگی فارغ البالی کے ساتھ نہیں گذار سکتیں۔ ان کے دل مرجاتے ہیں اور اپنی ضرورتوں کا اظہار ماں باپ کے سامنے شرم و لحاظ اور ندامت بیوگی کی وجہ سے نہیں کر سکتیں۔

(۶) اکثر غیر معمولی دردِ سر میں بیوہ عورتیں مبتلا رہتی ہیں اور ان کا رنگ جھلستا جاتا ہے۔

غرض کہ ایک بیوہ عورت کی زندگی بہرصورت ناخوشگوار گذرتی ہے۔ اور اسے اپنی زندگی کے کسی لمحے میں حقیقی خوشی حاصل نہیں ہوتی۔ جب بیوگی کی حالت میں رہنا اسقدر بُرا ہے تو ہم نہیں سمجھتے کہ عقد ثانی کیوں ناروا ہے۔

اس کی شکایت ہمیں عورتوں سے زیادہ مردوں سے ہے اگر مسلمان مرد بیوہ عورتوں کے ساتھ شادی کرنا معیوب سمجھیں تو عورتیں ایک حد تک عقد ثانی کے لئے مجبور کی جاسکتی ہیں۔ جن خاندانوں میں عقد ثانی کا رواج ہے ان میں ہم نے عورتوں کو نہایت مسرور الحال دیکھا ہے اور جن خاندانوں میں عقد ثانی کو بے غیرتی سے تعبیر کیا جاتا ہے ان میں اکثر خاک اڑتی نظر آئی ہے۔

حضورؐ انور کے زمانے میں کنواری لڑکیوں کے بیاہ کی اسقدر فکر نہیں ہوتی تھی جتنی کہ بیوہ عورتوں کے عقد ثانی کا خیال رہتا تھا اور یہی وجہ ہے کہ اصحاب کرام کی بیٹیاں اور انصار کبار کی لڑکیاں ایک شوہر کے مرنے کے بعد دوسرے شوہر کی زوجیت میں آنے کے لئے کچھ زیادہ عرصہ تک مجبور نہ ہوتیں اور زمانۂ عدت گذر جانے کے بعد ان کا نکاح کسی نہ کسی سے فوراً ہو جاتا تھا۔

اب سوال یہ ہوتا ہے کہ جب مسلمانوں کو جناب رسول کریم کے عہد اور نسبت نبوی کی تقلید پر مائل کیا جاتا ہے تو بعض صورتیں ایسی بھی نظر آتی ہیں کہ جو واقعات واسباب کے لحاظ سے قابل غور ہیں۔ مثلاً جب ایک بیوہ عورت کا عقد ثانی لازمی تھا تو حضرت عائشہ صدیقہؓ کی شادی جناب رسول کریم کے بعد کسی سے کیوں نہ ہوئی اور انہوں نے اپنی عمر کے ۴۸ برس جو بلحاظ مدت ایک "عمر طبعی" کے برابر ہیں بیوگی میں کیوں گذار دیئے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ انہیں بحیثیت زوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا بھر کی عورتوں میں ایک خاص امتیاز حاصل تھا۔ اور حضور انور کی زوجہ بن چکنے کے بعد کسی دوسرے کی زوجیت میں جانا حضور سرور کائنات کے لئے باعث ہتک تھا۔ اس لئے انہوں نے اپنی دوسری شادی کا ارادہ نہ کیا۔ اور حضورؐ انور کے بعد پوری عمر بیوگی میں گذار دی۔

انہیں بیت المال سے اسقدر وظیفہ ماہانہ یا سالانہ مل جاتا تھا کہ وہ ایک دوسرے شوہر کی بیوی بننے کے بعد کبھی حاصل نہیں کر سکتی تھیں۔ ایسی حالت میں انہیں کیا ضرورت تھی کہ وہ ناموس نبوی میں کسی دوسرے شخص کو شریک کریں۔ یہ بات ان کے لئے خاص تھی اس لئے کہ وہ رسولؐ کی بی بی تھیں مگر ان کے علاوہ کسی ایسی عورت کے لئے جو ازواج رسول اللہ میں داخل نہ ہو قانون اسلام اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ ایک شوہر کے بعد دوسرا شوہر نہ کرے۔ جس طرح ہر کلیہ میں چند مستثنیات ہوتے ہیں اسی طرح قانون معاشرت میں بی بی عائشہؓ صدیقہ مستثنے ہیں اور ان کا زوجہ رسول اللہ ہونا ہی ان کی امتیازی خصوصیت کو زور دار بناتا ہے ازواج رسول اللہ کو چھوڑ کر اصحاب رسول یا تابعین یا تبع تابعین یا اماماین تک آپ

یہ نہیں بتا سکتے کہ پھر بھی اس قسم کا استثنا رجائز رکھا گیا ہو۔

ایک ایسی بھی صورت ہے کہ اگر بیوہ ہونے کے بعد عورت عقدِ ثانی نہ کرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہوتا اور وہ صرف کہنہ سالی اور ضعیفی ہے اگر کوئی عورت بہت زیادہ بوڑھی ہوجائے اور اس کا شوہر دُنیا سے رخصت ہو جائے تو بیشک وہ پابندیٔ نکاح کے لئے مجبور نہیں کیجا سکتی۔ لیکن اگر وہ جوان ہے تو بہرحال اُسکے لئے عقدثانی لازمی ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رض کے متعلق یہ سوال تو ضرور پیدا ہوتا ہے کہ انھوں نے عقدثانی کیوں نہیں کیا حالانکہ اُن کی عمر وفات رسول ؐ کے وقت صرف ۱۸ برس کی تھی۔ اور یہ سن عالم شباب کی جان مانا جاتا ہے۔ لیکن یہ سن کر آپ موصوفہ پر آفریں کہیں گے کہ باوجود نوعمری کبھی لذات دُنیا کی طرف آپ کا دل مائل ہی نہ ہوا۔ آپ رات اور دن کا زیادہ حصہ عبادت الٰہی میں گذارتی تھیں اور جب نماز و اذکار سے فرصت ملتی تھی تو اصحاب رسول اللہ کو احادیث شریف کے متعلق اشارات سمجھایا کرتی تھیں۔ غرض کہ اُن کے ۲۴ گھنٹے صرف خدمت اسلام میں گذرا کرتے تھے اور نفس کا کبھی خیال ہی نہ آتا تھا۔ آپ خدا کی یاد اور اس کے احکام کی تعمیل میں دن رات مصروف رہتیں۔ آپ کو خود تجربہ ہو جائیگا کہ نفس کُشی کا یہ کس قدر زبردست نسخہ ہے۔ مگر فی زمانہ ایک نوجوان عورت اپنے نفس پر غالب نہیں آسکتی۔ اور ہم نے اکثر بیوہ عورتوں کو عالم تجرد میں بدخیال دیکھا اور سُنا ہے۔ اسلئے آجکل ادھیڑ ہو جانے سے پہلے ایک بیوہ عورت کا عقدثانی کر دینا ہی قرین مصلحت ہے۔ اس لئے کہ کوئی عورت اس رتبہ کو نہیں پہنچ سکتی جس پر بی بی عائشہ رض ممتاز

نہیں۔اور نہ کسی کو ازواج مطہرات کا درجہ مل سکتا ہے۔ پھر اُن کی حرص فضول ہے۔ ہمیں تو موجودہ زمانہ کے رنگِ معاشرت کو دیکھنا چاہیئے کہ آجکل کیا کرنا لازم ہے۔ جب ہم عورتوں کے دل کمزور، اسباب معیشت مفقود، اور واقعات گردوپیش کو خطرناک پاتے ہیں تو ہمیں یہی کہنا پڑتا ہے کہ بیوہ عورتوں کی شادی کردی جائے اور سُنت نبوی کا اتباع کیا جائے۔ جس کے صاف الفاظ یہ ہیں کہ "بیوہ عورتوں کا دوسرا نکاح ضرور کردینا چاہیئے"۔ اگر بیوہ عورتوں کے عقد ثانی میں کوئی قباحت ہوتی، تو جناب رسول کریمؐ اس طرح کُھلے ہوئے الفاظ میں اجازت عقد نہ دیتے۔

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جو عورتیں پہلے شوہر کے زمانہ میں کثیر العیال ہو جاتی ہیں وہ شوہر کے مرجانے کے بعد کسی دوسری شادی سے بہت زیادہ گھبراتی ہیں۔کہ اتنا بڑا ٹانڈہ لیکر کس کے گھر جائیں اور پورے کنبے کی کفالت کا بار بھلا کون اُٹھا سکے گا۔

بے شک یہ اُن عورتوں کا خیال ایک حد تک صحیح ہے۔ لیکن جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں مردوں کو ایسی عورتوں کی دلجوئی اور سرپرستی کرنی چاہیئے۔ اُنہیں اس بات کا ہرگز خیال نہیں چاہیئے کہ ایک عورت کے ساتھ اتنے جھگڑے کی کفالت کیونکر ہوگی۔ اللہ تبارک رزاق ہے۔ اس ہمدردی اور کفالت کا کوئی ذریعہ بھی ضرور نکال دیگا۔ اور عجب نہیں کہ انسانی نفوس کی یہ کثرت مرد کے لئے باعث برکت ثابت ہو۔ واللہ خیر الرازقین ط

یہ بالکل سچ ہے کہ ہر شخص اپنی اپنی تقدیر سے کھاتا پیتا ہے۔ اور اسکی

کفالت کا سامان خدا خود کرتا رہتا ہے۔ دیکھئے نا ابوطالب حضرتؐ کے چچا کسقدر کثیر العیال تھے۔ پھر اُس پر خاندان بھر کی کفالت کا بار آپ ہی کے سر تھا۔ اتنے کھانے والے اور معاش پیدا کرنے کا ذریعہ صرف ایک۔ مگر خدا نے چند ہی روز بعد ایسی صورتیں نکال دیں کہ آپ بار معاش سے سبکدوش ہو گئے۔ اور جناب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ایک تو خود ہی اُن کی کفالت سے باہر نکل آئے دوسرے حضرت علی کرم اللہ وجہ کو بھی اپنی طرف کھینچ لیا۔ غرض یہ ہے کہ اگر بیوہ عورت کئی بچے بھی لیکر آئے گی تو ایک ہمت والا مستقل مزاج شوہر اُن کی وجہ سے کسی مصیبت میں نہیں پڑ سکتا۔ جو لوگ محض اسی وجہ سے بیوہ عورتوں کے ساتھ شادی نہیں کرتے وہ اب کریں اور دیکھیں کہ خدائے قادر وقیوم اُن کی مدد کرتا ہے یا نہیں۔

خدا خود میر سامان است ارباب توکّل را

بی بی حفصہ رض کے نکاح کا سبب بعض راوی یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ چونکہ حضرت ابوبکر رض اور حضرت عمر رض میں باہمی ایک قسم کی مناقشہ تھی یعنی حضرت ابوبکر رض تو یہ چاہتے تھے کہ میں پیغمبر صاحب کے ساتھ تقرب میں عمر رض سے بڑھ جاؤں، اور حضرت عمر رض کی یہ خواہش تھی کہ میں ان سے ایک قدم آگے رہوں۔ چونکہ حضرت ابوبکر رض اپنی بیٹی عائشہ رض کا نکاح حضرت سے کر چکے تھے اس لئے اُن کا درجۂ تقرب ہنوز حضرت عمر رض سے بڑھا ہوا تھا اور اس کمی کو جناب عمر رض تعالےٰ عنہ نے اس طرح پورا کیا کہ آخر کار اپنی بیٹی حفصہ رض کی شادی بھی حضور انور سے ہی کر دی۔ اور جناب رسول کریمؐ کا قرب خاص اونہیں حاصل ہو گیا۔

حضرت حفصہ رض پڑھی لکھی اور تعلیم یافتہ خاتون تھیں۔ اور انہیں کی وجہ سے

حضرت عمر رضؓ کے خاندان میں تعلیم کا چرچا عام ہوگیا تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے اپنی خلافت میں جب پہلی مرتبہ قرآن کریم کی آیات کو ایک جگہ جمع کرایا تو اُسکا پہلا نسخہ حضرت حفصہ رضؓ ہی کی امانت میں محفوظ تھا۔ حضرت حفصہ رضؓ ایک بہت بڑی عابدہ اور پرہیزگار بی بی تھیں، بعض راویوں نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ ازواج رسول میں کوئی ان سے زیادہ عبادت گذار نہ تھا۔ جب جناب رسول کریم کی وفات ہوگئی تو آپ گوشہ نشین ہوگئیں۔ ملنا جلنا بہت کم کردیا۔ جنابہ عایشہ صدیقہ رضؓ اور بی بی حفصہؓ میں باہم نہایت گہرا اتحاد تھا۔ جس طرح کہ حضرت عمر رضؓ اور ابوبکر رضؓ میں دوستی تھی۔ جب حضرت عایشہؓ جناب علی رضؓ سے ناخوش ہوکر طلحہ اور زبیر سے جا ملی تھیں تو حضرت حفصہ رضؓ بھی بی عایشہ رضؓ کی طرفداروں میں تھیں۔ مگر اُن کے بھائی عبداللہ اُن کو سمجھا بجھا کر واپس لے آئے تھے۔

حضرت حفصہ رضؓ کے متعلق مزید حالات کسی کتاب میں معلوم نہیں ہوسکے آپ نے جمادی الاولیٰ ۴۱ھ میں جبکہ آپ کی عمر ۹ برس کی تھی انتقال فرمایا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اُمّ المساکین بی بی زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا

بی بی زینب رضی اللہ بھی ازواج رسول میں نہایت عابدہ اور پرہیزگار و مخیّر بی بی تھیں۔ مگر آپ کے حالات زندگی بی بی حفصہ رضؓ سے بھی کم ہیں اور اس کی

وجہ صرف یہ معلوم ہوتی ہے کہ آپ حضرت صلعم کے نکاح میں صرف دو تین مہینے رہ کر دنیا سے رخصت ہو گئیں۔

آپ کے والد خزیمہ بن حارث بن عبداللہ عمرو بن عبد مناف بن ہلال بن عامر بن صعصعہ تھے۔ اور والدہ ہند بن عوف چونکہ ہلال آپ کی چھٹی پشت میں گذرے ہیں اس لئے آپ ہلالیہ کہلاتی ہیں۔

آپ کے متعلق یہ عام طور پر مشہور ہے کہ آپ غربا اور مساکین کی دلجوئی و ہمدردی میں بہت زیادہ مصروف رہتی تھیں۔ اس لئے زمانہ جاہلیت ہی میں آپکا لقب "ام المساکین" مشہور ہو گیا تھا۔

آپ کا پہلا نکاح حضرتؐ کے پھوپی زاد بھائی عبداللہ بن جحش سے ہوا تھا۔ جب وہ جنگ احد میں شہید ہو گئے تو اسلام اور ہجرت اور بیوگی کے خیال نے جناب رسول کریم کو آپ کے ساتھ نکاح کرنے پر مائل کر دیا۔ نیز بعض خصائل و اخلاق حمیدہ کی شہرت بھی آپ کی ترقی مدارج کی داعی ہوئی۔ جب آپ کا نکاح جناب رسول کریم سے ہوا ہے اُس وقت آپ کی عمر ۲۹ برس کی تھی۔ اور جناب رسول کریم کی عمر ۵۶ برس کی تھی۔ آپ کا نکاح جناب رسول کریم سے ۳ھ ہجری کے نویں مہینے میں ہوا۔ اور مدینہ میں آپ نے وفات پائی۔ یہ دوسری خوش نصیب بی بی تھیں جنکی وفات حضور انور کے سامنے ہوئی۔ آپ نے خود اُن کے جنازے کی نماز پڑھائی اور خود ہی اپنے ہاتھوں سے قبر میں اُتارا۔ اور آپ جنت البقیع کے رشک فردوس قبرستان میں ہمیشہ کے لئے مصروف خواب ہو گئیں۔

حقیقت میں وہ عورت بڑی بھاگوان ہے جو اپنے شوہر کے سامنے مرے

اس صورت میں بڑی آبرو قایم رہتی ہے اور دوسری صورت میں شوہر کے مرنے کے بعد بڑی تکلیف اُٹھانی پڑتی ہے۔ بی بی خدیجہ رضؓ اور حضرت زینب رضؓ اس حساب سے دونوں خوش نصیب رہیں کہ آپ کے سامنے انتقال کیا۔ خوش نصیب تو وہ ازواج مطہرات بھی تھیں جو آپ کی وفات کے بعد سالہا سال مدینۂ منورہ میں زندہ رہیں کہ اُن سے اسلام اور شریعت اسلام کی سینکڑوں مشکلیں حل ہوئیں مگر اس اعتبار سے کہ شوہر کے سامنے مرنا بیوی کے لئے باعث افتخار ہے بی بی زینب رضؓ اور بی خدیجہ رضؓ کا نام دُنیا میں امتیازی درجہ رکھتا ہے۔

آخر عمر میں بی بی زینب رضؓ کی قسمت میں یہ سعادت لکھی تھی کہ آپ زوجۂ رسول کہلائیں اور "ام المومنین" کا خطاب پایا گو مرتے وقت آپ کی عمر کچھ ایسی زیادہ نہ تھی مگر مشیت ایزدی نے حضور کے سامنے آپ کو دُنیا سے اُٹھا لیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اُمّ المومنین حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

آپ کا اصلی نام ہندا اور کنیت ام سلمہ رضؓ تھی۔ آپ کے باپ کا نام ابو اُمیہ تھا اور ماں کا نام عاتکہ تھا۔ عاتکہ بنو کنانہ میں سے تھیں۔ یہ وہ عاتکہ نہ تھیں جو عبدالمطلب کی بیٹی اور آنحضرتؐ کی پھوپی تھیں۔ آپ کے والد ابو اُمیہ شہسوارانِ عرب میں ایک مشہور ذی عزت شخص تھے۔ بی بی ام سلمہ رضؓ کی ولادت ۲۲ سنہ قبل ہجری میں ہوئی تھی۔ یعنی عہد نبوت سے ۹ برس پہلے آپ پیدا ہوئی تھیں۔ آپ کی پہلی شادی

عبدالاسد مخزومی کے فرزند - ابوسلمہ رضؓ کے ساتھ ہوئی - جو بی بی ام سلمہ رضؓ کے چچازاد بھائی تھے -

جب عہد رسالت میں نبوت کی منادی ہوئی تو آپ معہ اپنے شوہر کے بطیب خاطر مسلمان ہوگئیں - اور" الفضل للمتقدمین" کے اعزاز سے سرفراز ہوئیں - میاں بیوی میں پہلے ایمان لانے والی آپ تھیں - پھر آپ کے کہنے سننے سے ابوسلمہ رضؓ بھی فوراً ایمان لے آئے - جب کفار عرب نے مسلمانوں کو ستانا اور دق کرنا شروع کیا تو حضور انور نے ان لوگوں کو ہجرت حبشہ کا حکم دیدیا - پیغمبر صاحب کی صاحبزادی بی بی رقیہ رضؓ اور ان کے شوہر حضرت عثمان رضؓ کے بعد سب سے پہلی درخواست ہجرت کے لئے ام سلمہ رضؓ اور اُن کے شوہر ابوسلمہ رضؓ نے کی - اور حبشہ چلی گئیں - حبشہ پہنچکر یہ دونوں میاں بیوی کئی سال تک وہاں امن و امان میں بسر کرتے رہے وہیں ان کا پہلا بیٹا سلمہ رضؓ پیدا ہوا - جس کی نسبت سے آپ کی کُنیت اُم سلمہ رضؓ اور آپ کے شوہر کی کنیت ابوسلمہ مقرر ہوئی

جب مکہ میں کچھ امن ہوا اور حضرت حمزہ رضؓ نیز حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شجاعت و جوانمردی نے کفار عرب کے حوصلے تنگ کردیئے تو اس کی خبر حبشہ بھی پہونچی اور مہاجرین حبشہ واپس مکہ کی طرف لوٹنے لگے - بی بی ام سلمہ رضؓ بھی اپنے شوہر اور بچوں کو لیکر مکہ چلی آئیں - ابھی ان کو یہاں آئے ہوئے چند روز ہی گذرے تھے کہ حضور انور نے نومسلموں کو مدینہ ہجرت کرجانے کا حکم دیدیا - اور بی بی ام سلمہ رضؓ کو اپنا وطن پھر چھوڑنا پڑا -

جب مسلمانوں کا قافلہ مکہ سے مدینہ کی طرف چلنے کے لئے تیار ہوا تو بی بی ام سلمہ رضؓ بھی اپنے شوہر کو ساتھ لیکر قافلے میں آئیں - وطن اور گھربار چھوڑنے کا افسوس فطرتاً

سب کو ہوتا ہے۔ مگر اسلام کے فدائی اسلام کے لئے اپنی جانیں نثار کرنے کے لئے تیار تھے پھر بھلا وطن کی کیا پروا کرتے۔ مسلمان اپنے اپنے گھر اور عزیزوں کو چھوڑ کر ہجرت کے ارادہ سے ایک جگہ جمع ہوئے اور انتظامات کرنے کے بعد یہ قافلہ روانہ ہوگیا۔

ابو سلمہ رضؓ کے پاس صرف ایک اونٹ تھا۔ اور چلنے والے تھے تین تین، ایک تو بی بی ام سلمہ رضؓ ایک ابو سلمہ اور تیسرا اُن کا ننھا سا بچہ سلمہ۔ ایک اونٹ پر اتنی گنجایش نہ تھی کہ تینوں سوار ہو جاتے۔ مجبوراً بی بی سلمہ رضؓ کو معہ سلمہ کے اونٹ پر سوار کیا۔ کچھ ضروری سامان رکھا اور ابو سلمہ اونٹ کی مہار اپنے ہاتھ میں لیکر روانہ ہوئے۔

بنو مغیرہ نے جو بی بی ام سلمہ کے میکے کے لوگ تھے جب سُنا کہ ابو سلمہ رضؓ ام سلمہ رضؓ کو لئے ہوئے مدینہ روانہ ہوگیا ہے تو چند لوگ ایک جتھا کرکے راستہ روکنے کے لئے جا پہنچے۔ اور اونٹ کو روک کر ابو سلمہ رضؓ سے کہنے لگے کہ تم ہماری لڑکی کو کہاں لئے جاتے ہو۔ بس خبردار آگے قدم نہ رکھنا۔ تمھیں اپنی ذات خاص کا تو اختیار ہے جہاں چاہو آوارہ و پریشان پھرتے پھرو۔ مگر تمھیں ہماری لڑکی پر کوئی اختیار نہیں ہے اگر مکہ میں رہتے ہو تو لڑکی تمہارے ساتھ رہیگی اور اگر باہر جاتے ہو تو ہم اسے اپنے گھر لئے جاتے ہیں۔

ابو سلمہ رضؓ تنہا تھے اور یہ کئی جوان، کیا کرتے خاموشی اور مایوسی کے ساتھ اپنی سسرال والوں کا منہ دیکھنے لگے اور وہ انہیں ہجرت کے ارادہ میں مستقل دیکھکر ام سلمہ رضؓ کو معہ بچے اور اونٹ کے مکہ کی طرف واپس لے چلے۔

بی ام سلمہ رضؓ ایک عورت تھیں، مجبور تھیں، اور مغلوب الفطرت تھیں، اپنے

شوہر سے جدا ہونے کے قلق کو برداشت نہ کر کے رونے لگیں، مگر کرتیں کیا، اونٹ کی مہار دشمنوں کے قبضے میں تھی۔ اگر یہ کچھ کہتیں تو نزلہ ان پر بھی گرتا۔ اور خدا جانے کیا بدسلوکی ان کے ساتھ کی جاتی۔ خاموش ہو گئیں۔ اونٹ مکہ کی طرف روانہ ہوا۔ ابوسلمہ وہیں بیکسی اور بیچارگی کے عالم میں کھڑے رہ گئے۔ مگر ام سلمہؓ مڑ مڑ کر اپنے شوہر کی اس بے کسی کا تماشہ حسرت و یاس کی نگاہوں سے دیکھتی تھیں اور دشمن قہقہے لگاتے ہوئے چلے جا رہے تھے۔

ابھی یہ لوگ مکہ سے باہر ہی تھے کہ بنو عبدالاسد جو ابوسلمہ کے خاندان سے تھے آ پہنچے۔ غالباً انہیں بنو مغیرہ کی اس راہ زنی کی اطلاع کسی نے کر دی وہ آئے اور ام سلمہؓ کے میکے والوں پر بری طرح برس پڑے۔ دونوں میں گفت و شنید ہونے لگی۔ مگر ام سلمہؓ کے میکے والے کسی طرح راضی نہ ہوئے آخر سسرال والے طیش میں آ گئے اور بنو مغیرہ سے کہنے لگے کہ خیر تم اپنی لڑکی کو لے جاؤ۔ لیکن ہم اس بچے کو تمہارے پاس نہیں چھوڑ سکتے۔ اس کے حقدار ہم ہیں۔ یہ کہکر بنو عبدالاسد نے سلمہ کو بی بی ام سلمہؓ کی گود سے زبردستی کھینچ لیا اور بی بی ام سلمہؓ کو روتا چھوڑ کر اپنے گھر چلے آئے۔

بی بی ام سلمہؓ ابھی تک انہیں ظالم عزیزوں کے نرغے میں گرفتار تھیں جن کے دل اس وقت غصے اور حسد کی آگ سے تنور بنے ہوئے تھے انہوں نے بی بی ام سلمہؓ کی مامتا کو نہایت بیدردی سے پامال کر دیا۔ بی بی ام سلمہؓ کو ایک تو شوہر کے جدا ہونے کا رنج تھا ہی، بچہ سے گود کو خالی پا کر بے اختیار ہو گئیں۔ ساری دنیا آنکھوں میں تاریک ہو گئی۔ کبھی بنو مغیرہ کی طرف طلب رحم کی غرض سے دیکھتی تھیں

اور کبھی اپنے بچے کی طرف جو بنو عبد الاسد کے ہاتھوں میں تھا۔ مگر اُن سے کچھ ہو نہ سکا۔ اور وہ اپنے میکے والوں کے ساتھ گھر جانے پر مجبور ہو گئیں۔

ابو سلمہؓ کی ہمت کو دیکھئے۔ نہ ان کو بیوی کی پروا ہوئی نہ بچے کا خیال۔ ذرا پروا تھی تو صرف فرمانِ رسولؐ کی اور خیال تھا تو صرف حفاظت اسلام کا۔ بیوی اور بچے کو دشمن لے گئے تو تھوڑی دیر بعد آپ تن تنہا مدینے کی طرف روانہ ہو گئے اور وہاں پہنچکر مہاجرین کے ساتھ بود و باش اختیار کر لی۔

اب اُم سلمہؓ کا حال سُنیئے جب یہ گھر آئیں تو ان کا کھانا پینا، سونا سب حرام ہو گیا۔ گھر قید خانے سے بدتر معلوم ہونے لگا۔ بچے کی جُدائی۔ شوہر کی مفارقت، ایک صدمہ ہو تو برداشت کیا جائے۔ خصوصاً بچے کے چھوٹ جانے کا صدمہ تو وہ بچے والی بیبیاں ہی خوب جانتی ہیں جن کو کبھی ایسا اتفاق ہوا ہو۔ غرضکہ بی ام سلمہؓ اسی رنج و غم میں وحشی ہو گئیں۔ رات جس طرح ہوتا رو پیٹ کے کاٹ دیتیں۔ مگر دن نکلتے ہی گھر سے نکل کر ایک ٹیلے پر آ بیٹھتیں اور شام تک برابر روتی رہتیں۔

اللہ رے امتحانِ صبر! ایک برس کامل اسی مصیبت میں گذر گیا مگر بی بی ام سلمہؓ کا خیال جو اسلام کی طرف سے تھا اور وہ محبت جو انہیں بانئے اسلام کے ساتھ تھی بدستور باقی رہی۔ آخر رحمت الٰہی میں جوش آیا۔ ام سلمہؓ کی دعائیں رنگ قبولیت لائیں، اور ان کے رشتے کا ایک چچا زاد بھائی فرشتۂ رحمت بن کر انکے پاس آیا۔ دیکھا اور دیکھتے ہی رو دیا۔ سخت افسوس کرکے ام سلمہؓ کو تسکین دی اور کہا کہ بہن اب زیادہ نہ کڑھو۔ میں کوشش کرکے بہت جلد تمہیں بچہ پہنچائے دیتا ہوں

اس ہمدرد شخص نے قبیلے کے لوگوں کو جمع کیا۔ اور سردار قبیلہ کو مخاطب

کرکے بولا کہ اے عزیزین عرب کیا تمہارے دلوں سے حمیت اور ہمدردی کا جوش بالکل جاتا رہا ہے۔ کیا تم لوگ انسان کہلانے کے مستحق نہیں رہے ہو۔ کیا تمہارے دلوں کی بجائے قدرت نے پہلو میں پتھر رکھدیے ہیں۔ کیا تمہیں نظر نہیں آتا کہ ایک غریب دکھیاری عورت اپنے شوہر اور بچے کے فراق میں جان دئیے دیتی ہے اور تمہارے دل نہیں پسیجتے۔ کیا تمہیں اس کے درد کا احساس نہیں ہوتا۔ اور کیا سرزمین عرب پر کوئی قوم تم سے زیادہ بیدرد اور بھی ہوسکتی ہے۔

اس تقریر کا اثر بنو مغیرہ کے دلوں پر بہت زیادہ ہوا اور انہوں نے ام سلمہ رض کو مدینے جانے کی اجازت دیدی۔ بنو عبدالاسد کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو وہ ام سلمہ رض کے بچے کو بھی پہنچا گئے۔ اور ام سلمہ رض اونٹ پر بیٹھ کر معہ اپنے بچے کے تن تنہا جانب مدینہ روانہ ہوگئیں۔ نہ راستہ معلوم تھا، نہ منزلوں کا صحیح پتہ تھا۔ مگر یہ اسلام کی سچی فدایہ اپنے بچے کو کلیجے سے لگائے ہوئے عرب کے ریگستان میں خدا پر بھروسہ کئے ہوئے چلی جارہی تھیں۔

کہ شوق آگاہ می باشد ز راہ و رسم منزلہا

اتفاق کی بات کہ جب یہ موضع تنعیم میں پہنچیں تو ادھر سے عثمان بن طلحہ چلے آرہے تھے۔ انہیں پہچان کر پوچھا کہ تمہارے ساتھ کوئی اور بھی ہے۔ بولیں کہ ہاں یہ بچہ ہے اور خدا۔ تیسرا کوئی شخص میرے ساتھ نہیں ہے۔ یہ سنا تو عثمان کو ترس آگیا اونٹ کی مہار اپنے ہاتھ میں لی اور آگے آگے دن بھر چلتا رہا۔ بی بی ام سلمہ رض فرماتی ہیں کہ عثمان سے زیادہ رحمدل اور ہمدرد مصیبت میں کام آنے والا آدمی میں نے دوسرا نہیں دیکھا۔ جب کوئی پڑاؤ یا منزل آتی تو عثمان الگ کھڑا

ہوجاتا بی ام سلمہ رضہ اترتیں حوائج ضروریہ سے فارغ ہوتیں اور جب پھر روانہ ہوتیں تو اُن کے ساتھ عثمان بھی روانہ ہوجاتا۔ الغرض اسی طرح کئی روز کے بعد بی ام سلمہ رضہ مدینہ پہنچیں۔ جب عثمان کی نظر عمرو بن عوف کی بستی قبا پر پڑی تو کہنے لگا کہ ام سلمہ رضہ تمہارا شوہر ابو سلمہ اسی بستی میں مقیم ہے تلاش کرلو۔ میں مکے واپس جاتا ہوں۔ بی اُم سلمہ رضہ اونٹ سے اُتریں محلہ قبا میں داخل ہوئیں اور اپنے شوہر کو وہاں دریافت کرکے اُن کے پاس رہنے سہنے لگیں۔ اور عثمان واپس مکہ چلا گیا۔ بی ام سلمہ رضہ اکثر کہا کرتی تھیں کہ اسلام کی خاطر جو مصیبت میں نے جھیلی ہے وہ مصیبت یقیناً مہاجرین کے اہلبیت میں سے کسی نے نہیں جھیلی۔ اور میں نے اپنی عمر میں کسی مصاحب اور ساتھی کو ایسا رحمدل اور ہمدرد نہیں دیکھا جیسا کہ طلحہ کے بیٹے عثمان کو۔ بی بی ام سلمہ رضہ کو ابھی مدینے آئے ہوئے دو برس بھی نہیں ہوئے تھے کہ جناب رسول کریم ص کو معرکۂ جنگ پیش آیا۔ اور ابو سلمہ رضہ اس معرکے میں شہید ہوگئے۔ بی بی ام سلمہ رضہ اس وقت حاملہ تھیں۔ اپنے شوہر کی وفات کی خبر سے سخت رنجیدہ ہوئیں۔ اور اپنی بدقسمتی پر آٹھ آٹھ آنسو رونے لگیں۔ اس وقت ان کے تین بچے تھے۔ سلمہ اور عمرو، دو بیٹے اور ایک بیٹی درّہ۔ اس کے بعد ایام بیوگی میں چوتھی لڑکی زینب پیدا ہوئی۔ چار چار معصوم بچے، غیر وطن، بیوگی کا عالم، ان ناقابلِ برداشت صدموں اور خیالوں نے بی بی ام سلمہ رضہ کو بہت زیادہ پریشان کردیا۔

آپ کی سیرت اور آپ کے اخلاق کو دیکھ کر متعدد لوگوں نے آپ کو پیغام نکاح دیا مگر آپ نے صاف انکار کردیا۔ انہیں پیام دینے والوں میں حضرت

ابو بکرؓ بھی تھے مگر انہیں بھی وہ ہی جواب صاف ملا۔ آخر جناب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے حضرت عمرؓ کی معرفت بی ام سلمہؓ کے پاس پیام شادی بھیجا۔ بی اُم سلمہؓ کہنے لگیں کہ مجھے حضور کے حکم سے سرتابی کی مجال نہیں ہے مگر میرے چھوٹے چھوٹے چار بچے ہیں۔ اور یہاں میرا والی وارث کوئی نہیں ہے میں کس طرح دوسری شادی کر سکتی ہوں۔ جب حضرت عمرؓ نے بی ام سلمہؓ کا یہ جواب حضرتؐ کو لا کر دیا تو آپ نے کہلا بھیجا کہ بچوں کا میں کفیل ہوتا ہوں۔ اور جب تمہارے رشتے کے وارث اس تعلق کا حال سُنیں گے تو یقیناً وہ بھی ناراض نہ ہوں گے۔ بی ام سلمہؓ یہ سن کر راضی ہو گئیں اور سلمہ نے اپنی ولایت میں انکا نکاح رسول کریم سے کر دیا۔

بی ام سلمہؓ کا نکاح حضور انورؐ کیساتھ ۴ھ ہجری میں ہوا۔ آپ نے ۸۴ برس کی عمر پائی۔ ازواج الرسول میں آپ نے سب سے زیادہ عمر پائی۔ اور تمام بیبیوں کے بعد آپ کا انتقال ہوا۔ بہت سی حدیثیں بی اُم سلمہؓ سے مروی ہیں۔ اور واقعہ کربلا آپکی حیات ہی میں ہوا ہے۔ جس روز سبط الرسول جناب امام حسینؑ علیہ السلام نے کربلا میں شہادت پائی ہے اسی روز بی ام سلمہؓ نے اس واقعہ کی خبر مدینے میں عام کر دی تھی چنانچہ ترمذی نے ابو رافع کی بیوی سلمیٰ سے روایت کی ہے کہ میں ایک روز ام سلمہؓ کے پاس گئی۔ اور دیکھا کہ آپ زار و قطار رو رہی ہیں۔ میں نے رونے کا سبب دریافت کیا تو فرمایا کہ میں نے ابھی ابھی جناب رسول خدا کو خواب میں دیکھا اور اس طرح کہ آپ کے سر اور ڈاڑھی کے بال خاک آلود ہیں۔ میں نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ یہ کیا حال ہے فرمایا ام سلمہؓ میں ابھی مقتل حسینؑ میں گیا تھا۔ اور وہیں سے آ رہا ہوں سلمیٰؓ کا بیان ہے کہ اس واقعہ کے چند روز بعد ہی میں نے قتل جناب امام کی خبر مدینہ

میں ہر طرف عام طور پر سُنی۔

وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ جناب رسول کریم نے آپ سے زبردستی نکاح کر لیا۔ سخت غلطی پر ہیں۔ کسی واقعہ سے بھی یہ معلوم نہیں ہوتا کہ جناب رسول مقبول نے بی ام سلمہ رضؓ کو ذرا بھی مجبور کیا ہو۔ انہیں اگر شادی کرنے سے عذر تھا تو محض ابو سلمہ رضؓ کی شہادت کے رنج سے اور اس خیال سے کہ اب اگر شادی کی تو ان معصوم بچوں کی مٹی پلید ہو جائے گی۔ ورنہ اُن کی عمر شادی کرنے کے قابل تھی۔ لیکن جب جناب رسول کریمؐ نے بچوں کی کفالت کا یقین دلا دیا تو آپ بہ طیب خاطر راضی ہو گئیں۔ اور جناب رسول کریمؐ سے شادی کر لی۔

بعض عیسائی مورخ لکھتے ہیں کہ جناب رسولؐ مقبول نے حضرت عمر رضؓ سے کہہ سن کر ان سے اپنی شادی کر لی حالانکہ وہ حضرت عمر رضؓ سے شادی کرنے کے لئے تیار تھیں مگر جہانتک روایاتِ صحیح کا پتہ چلتا ہے یہی معلوم ہوتا ہے کہ جناب عمر رضؓ نے اپنے لئے بی ام سلمہ رضؓ کو کبھی پیام نکاح نہیں دیا۔ بلکہ خود بطور وکیل حضور انور کا پیام بی ام سلمہ رضؓ کو پہنچاتے رہے اور اُن کا جواب رسولؐ مقبول تک لاتے رہے۔

جناب رسول کریم نے اگر بی ام سلمہ رضؓ کو پیام نکاح بھیجا تو یہ آپ کی کمال ہمدردی کی دلیل تھی۔ اور آپ یہ چاہتے تھے کہ ام سلمہ رضؓ پر جو مصیبت ہجرت کی وجہ سے پڑی ہے اس کی تلافی ہو جائے۔ اور اس تسلی کا بہترین طریقہ یہی تھا جو کام میں لایا گیا یعنی اونھیں آپ نے اپنے عقد میں لا کر دنیا کی عورتوں سے ممتاز اور اپنی زوجیت سے سرفراز فرما کر "ام المومنین" کا خطاب دلوا دیا۔

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضؓ کا انتقال شوال کے مہینے سنہ ۶۲ ہجری میں ہوا۔ اس

وقت آپ کی عمر ۸۴ برس کی تھی۔ بہت سے صحابہ اور تابعین آپ کے جنازے کے ہمراہ تھے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور پیغمبر صاحب کی اصحاب کبار نے جنت البقیع میں جہاں تمام امہات المومنین دفن تھیں آپ کو بھی سپرد خاک کر دیا۔

خواتینِ اسلام اُن کی سوانح عمری سے مصیبت میں استقلال، مشکلات میں ہمت اور غربت میں صبر کرنا سیکھیں۔ اُن کے اطوار سے شوہر پرستی کی تعلیم حاصل کریں اور اُن کے غیور ہونے سے غیرت وحمیت کا سبق لیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اُم المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا

آپ کا نام زینبؓ اور کنیت ام الحکم تھی۔ آپ کے باپ جحش تھے اور ماں امیمہ۔ امیمہ عبدالمطلب کی بیٹی اور حضرت عبداللہ (حضور کے والد بزرگوار) کی حقیقی بہن تھیں۔ اس طرح بی بی زینبؓ آپ کی پھوپی زاد بہن تھیں۔ حضرت زینبؓ کو ازواج مطہرات میں یہ امتیازی خصوصیت حاصل تھی کہ آپ اس قدر قریب رشتے سے جناب رسول کریم کے کفو میں تھیں۔ اور یہ وہ امتیاز تھا کہ جو ازواج مطہرات میں سے کسی دوسری بی بی کو حاصل نہیں ہوا۔

بی بی زینبؓ کا نام ایام جہالت میں برّہ تھا۔ جناب رسول کریم کو ایسے ناموں سے

قطعی نفرت تھی اس لئے آپ نے اُن کا نام بدل کر زینب رض رکھدیا۔ حالانکہ بی بی زینب رض کی عمر تیس برس کی ہو چکی تھی لیکن ابھی تک آپ کی شادی نہیں ہوئی تھی۔ اور یہ عرب کا ایک عام دستور تھا کہ لڑکی کی شادی کے لئے کوئی زمانہ مقرر نہ تھا۔ کبھی تو اوائل عمر میں ہی وہ بیاہ دی جاتی تھی اور کبھی چالیس چالیس پچاس پچاس برس کے بعد شادی ہوتی تھی۔ اسی دستور کے موافق بی بی زینب رض بھی تیس برس تک کنواری رہیں۔ آخر ۳ھ میں پیغمبر علیہ السلام نے .... زید بن حارث کے ساتھ ان کی شادی کردی

زید بن حارث خاندان طے کے جس میں حاتم طائی گذرے ہیں، ایک شریف النسل آدمی تھے۔ ان کے اسلام لانے سے پہلے ان کی ماں سعدی قافلے کے ساتھ انکو لیکر کہیں جا رہی تھیں کہ عرب کے لٹیروں نے حملہ کیا۔ سارے قافلے کو لوٹ لیا اور زید کو پکڑ کر لے گئے۔ اس وقت زید کی عمر آٹھ برس کی تھی۔ لٹیروں کے انتظام سے آپ عرب کے مشہور بازار عکاظ میں بغرض فروخت لائے گئے۔ اس بازار میں غلام اور لونڈیاں بکنے کے لئے آیا کرتی تھی اور لوگ انہیں خرید کر لے جایا کرتے تھے۔ چنانچہ زید کو حکیم بن خرام نے جو بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھتیجے تھے چار سو درہم میں خرید لیا اور گھر لاکر بی بی خدیجہ رض کو دیدیا۔ زید ان کے پاس بطور غلام رہے۔ جب بی بی خدیجہ رض حضور انور کے نکاح میں آئیں تو آپ نے زید کو جناب رسول کریم کی غلامی میں دیدیا۔ آپ نے اُن سے ان کا حال دریافت کیا۔ اور یہ معلوم کر کے کہ وہ قبیلۂ بنی طے کے ایک شریف النسل نوجوان ہیں فوراً آزاد کردیا۔

چاہئے تھا کہ زید اس عارضی غلامی کے پھندوں کے ٹوٹتے ہی اپنے گھر چلے جاتے مگر حضور انور کے خلق نے آپ کو آزاد ہونے کے بعد بھی غلام ہی رکھا۔ اور زید حلقہ

بگوشوں کی طرح حضور کی خدمت میں رہنے لگے۔

چند روز کے بعد زید کے رشتے کنبے والوں کو معلوم ہوا کہ زید مکے میں ہیں۔ انہوں نے ان کے چچا کو بھیجا کہ وہ جا کر لے آئیں۔ وہ آئے اور اُن کو پہچان کر اُن سے کہنے لگے کہ گھر چلو اور اگر تم کسی کے غلام ہو تو ہم روپیہ دینے کے لئے تیار ہیں۔ زید نے گھر جانے سے انکار کیا اور کہا کہ میں تو حضور انورؐ کی غلامی کو آزادی سے بہتر جانتا ہوں جناب رسول کریم نے بھی بہتیرا کہا کہ زید تم اپنے گھر جا سکتے ہو۔ مگر وہ انکار ہی کرتے رہے اور آخر اُن کے چچا مایوس ہو کر واپس لوٹ گئے۔

جب جناب رسول کریمؐ نے زید کی محبت کا یہ عالم دیکھا اور اُن کی خاندانی شرافت و نجابت کا حال تحقیق کر لیا تو آپ نے حضرت زید کو اپنا بیٹا بنا لیا اور اب زید بن حارث کی بجائے لوگ انہیں "زید بن محمدؐ" کہنے لگے۔ رسول کریم نے حضرت زید کا نکاح اپنی آزاد کنیز اُم ایمن سے کر دیا۔ اور ان کے بطن سے اسامہؓ بن زید پیدا ہوئے۔ جو اپنی شجاعت و ہمت کی وجہ سے ابتک مسلمانوں میں مشہور ہیں۔

جب ام ایمن انتقال کر گئیں تو حضرت زید کا نکاح بی بی زینبؓ سے ہوا۔ بی بی زینبؓ اس تعلق سے ناخوش تھیں اور چونکہ حضرت زیدؓ پر غلامی کا دھبہ لگ چکا تھا اس لئے آپ ان کی زوجیت میں آنے سے انکار کرتی رہیں۔ اگرچہ زید جناب رسول کریم کے پرورده تھے۔ مگر تھے تو غلام آزاد۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت زینبؓ نے ایجاب و قبول سے انکار کیا۔ اس موقعہ پر سورۂ احزاب کی یہ آیت نازل ہوئی

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا

مُّبِيْنًاo (ترجمہ) کسی مسلمان مرد یا عورت کو سزاوار نہیں ہے کہ جب اللہ اور اُس کا رسول اُن کے بارہ میں کوئی رائے قائم کرے تو وہ اپنی رائے کو دخل دیں اور جو کوئی اللہ اور اُس کے رسول کا حکم نہ مانیگا وہ کھلی ہوئی گمراہی میں پڑے گا۔

چونکہ بی بی زینب مسلمان ہو چکی تھیں اور ہجرت کر کے مدینہ منورہ آ چکی تھیں اس آسمانی حکم کو سُن کر مجبور ہو گئیں اور حضرت زید کو اپنا شوہر تسلیم کر لیا۔

نکاح ہونے کو تو ہو گیا مگر خون کے اثر نے تعمیل حکم کے بعد پھر جوش دلانا شروع کیا۔ آپ حضرت زید کو حقارت کی نگاہوں سے دیکھنے لگیں اور زید اُن کی شکائیتیں رسول کریم سے کرنے لگے۔ آپ اُن سے فرماتے رہے کہ "صلح اختیار کرو" اور طلاق دینے کے خیال سے باز آؤ۔ ادہر تو آپ حضرت زید کو تسکین دیتے تھے اُدہر بی بی زینب رض کو سمجھاتے تھے۔ مگر بی بی زینب رض کے اثر طبیعت کو جو فطری تھا، کھو دینا بہت مشکل تھا۔ شکائیتیں بدستور باقی رہیں۔

جب حضرت زید کی برداشت اور ضبط کا پیمانہ بہت زیادہ لبریز ہو گیا تو وہ چھلکنے لگا۔ اور زید کو اس قسم کی بدمزہ زندگی اجیرن معلوم ہونے لگی۔ آخر اُنھوں نے طلاق دیدی۔ اور عدت کے دن ختم ہو چکنے کے بعد جناب رسول کریم نے بی بی زینب رض کو اپنے نکاح میں لے لیا۔

اس نکاح سے دو مصلحتیں ظہور میں آئیں۔ اوّل یہ کہ حضرت زینب رض کو بمشکل راضی کر کے حضرت زید کے ساتھ بیاہا تھا اب اونھوں نے دیدی طلاق، تو بی بی زینب رض کو ناگوار ہونا ہی چاہیے، مگر اُن کی سب سے بڑی دلجوئی اسی میں تھی کہ آپ نے خود اُن سے نکاح کر لیا جس کے بعد بی بی زینب رض کو کسی قسم کی شکایت باقی نہ رہی۔

دوسرے یہ کہ اس نکاح سے آپ عرب کی ایک قدیم رسم قبیح کو توڑنا چاہتے تھے۔ وہ رسم یہ تھی کہ جو لڑکا متبنیٰ کر لیا جاتا تھا وہ صُلبی لڑکے کے طرح مانا جاتا تھا۔ اس لئے جب حضرت زید آپ کے بیٹے تھے اور حضرت زینبؓ آپ سے بیاہی گئی تھیں تو طلاق دینے کے بعد اُن کے ساتھ آپ شادی نہیں کر سکتے تھے۔ لیکن آپکو یہ رسم توڑنی مقصود تھی۔ اس لئے کچھ سوچ سمجھ کر آپ نے اپنا نکاح بی بی زینبؓ سے کر ہی تو لیا۔ اور صاف الفاظ میں کہدیا کہ "متبنیٰ بیٹے کو صُلبی بیٹے کے حقوق کبھی نہیں مل سکتے"

معترضین کا یہ اعتراض کہ آپ نے اپنے بیٹے کی بی بی یعنی بہو کے ساتھ نکاح کر لیا۔ غلط فہمی اور کوتاہ اندیشی پر مبنی ہے۔ اور یہ غلط فہمی دو طرح دور کی جا سکتی ہے ایک تو یہ کہ آپ کو متبنیٰ اور صلبی بیٹے میں امتیاز کرکے دکھانا مقصود تھا دوسرے یہ کہ جب حضرت زید بی بی زینبؓ کو طلاق دے چکے تھے اور عدت طلاق کی مدت ختم ہو چکی تھی تو پھر وہ حضرت زید کی بی بی کہاں رہیں۔ اُن کے ساتھ جس طرح اور کوئی شخص نکاح کر سکتا تھا اُسی طرح آپ بھی کر سکتے تھے اور کر لیا۔ ہاں اگر زید صلبی بیٹے ہوتے تو اعتراض میں گنجایش تھی۔ مگر حضور انورؐ کے امتیاز کو مضبوط اور صحیح بنانے کے لئے احکام الٰہی نے فوراً صدور فرمایا اور صاف الفاظ میں کہدیا "یکون علی المومنین حرج فی ازواج ادلیائھم اذا تضوا منھن وطراً" یعنی جب لے پالک اپنی بیبیوں سے بے تعلق ہو جائیں تو مسلمانوں کے لئے اُن عورتوں سے نکاح کر لینے میں کوئی ہرج نہیں ہے"

بس واقعہ صرف اتنا ہی ہے۔ اب اس کے علاوہ جو جو بہتان اور الزامات

غیر قوموں کے مورخوں نے حضرت زینبؓ کے نکاح پر لگائے ہیں وہ سب بے معنی اور تعصب ناک ہیں جن کا جواب دینا بھی تحصیل حاصل معلوم ہوتا ہے۔

بی بی زینبؓ کے نکاح اوّل سے تو پیغمبر اسلام نے اس بات کا ثبوت دیا کہ اللہ کے بندے سب ایک سے ہیں۔ غلامی و آزادی زندگی کی دو مختلف حالتیں ہیں جن سے شرافتِ نفس اور نجابت خاندان میں کوئی بٹہ نہیں لگتا۔

"ہزار بار جو یوسف بکے غلام نہیں"

گو حضرتِ زید غلامی کی زندگی بسر کر چکے تھے تاہم آپ نے اُن کا نکاح بی بی زینبؓ کے ساتھ کر دیا۔ جو آپ کی پھوپی زاد بہن تھیں اور جن سے آپ کو بہت ہی قریبی رشتہ تھا۔ آپ کو یہ نمونہ اور یہ مثال قایم کرنی تھی تاکہ مُسلمانوں میں غلاموں منافرت نہ رہے۔ اور نکاح ثانی سے جو آنحضرت کے ساتھ ہوا اور رسم قبیح ٹوٹ گئی کہ متبنّٰی لڑکے کے حقوق صُلبی لڑکے کی طرح سمجھے جائیں۔ جب اس کی تائید قرآن مجید سے بھی ہو گئی تو اب اس میں کچھ شک باقی نہ رہا کہ متبنّٰی لڑکا اگر ایک عورت کو چھوڑ دے تو اس کی بی بی کے ساتھ باپ نکاح کر سکتا ہے بصورت دیگر صُلبی لڑکا اگر اپنی بی بی کو طلاق بھی دیدے تو اُس کا باپ اُس سے نکاح نہیں کر سکتا ہے۔

جب آیات الٰہی کا صدور ہو چکا تو جناب رسول علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو اطمینان ہو گیا۔ اور آپ نے اپنے مقاصد معلومہ کی تبلیغ آزادی کے ساتھ شروع کر دی بی بی زینبؓ فخر کے ساتھ کہا کرتی تھیں کہ میرے نکاح کا فیصلہ خدا نے خود کیا ہے۔ اور یہ سچ بھی تھا۔

امہات المومنین میں بی بی زینبؓ ہی ایک ایسی عورت تھیں جو حضرت عائشہؓ کے مقابلہ میں اکثر آجایا کرتی تھیں اور غالب رہتی تھیں مگر منصف مزاج اور استباز بھی ایسی تھیں کہ باوجود رقابت و مقابلے کے حضرت عائشہؓ کے افک کے مقدمے میں جو بات سچی تھی وہ ہی بی بی زینبؓ کی زبان سے نکلی۔ حضرت عائشہؓ خود فرماتی ہیں کہ جب منافقوں نے مجھ پر تہمت لگائی تو پیغمبر صاحب نے زینبؓ سے میری بابت دریافت فرمایا۔ انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے علم میں عائشہؓ بالکل بے گناہ ہے۔

بی بی زینب نہایت سخی۔ فیاض، اور سمجھدار عورت تھیں اُن کی طبیعت میں رحمدلی اور ہمدردی کا قدرتی مادّہ تھا۔ وہ اپنے ہاتھ سے چمڑے کو دباغت دیا کرتی تھیں اور اُس سے جو آمدنی ہوتی تھی محلّے کے یتیموں اور محتاجوں کو دیدیتی تھیں۔ حضرت نے ایک مرتبہ امہات المومنین کے سامنے فرمایا اسرعکن لحوقًا بی اطولکن یدًا۔ یعنی تم میں سے جس کے ہاتھ دراز ہیں وہ ہی مجھ سے جلد ملے گی۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اس حدیث کو سُن کر تمام ازواج مطہرات اپنے اپنے ہاتھ ناپنے لگیں۔ حالانکہ پیغمبر صاحب کی مراد اطولکن سے یہ تھی کہ جو تم میں سب سے زیادہ سخی اور فیاض ہوگی اُسے میری قربت حاصل رہے گی۔ اور یہ صفت جنابہ زینبؓ ہی میں تھی کہ وہ اپنے ہاتھ سے محنت کر کے مزدوری کرتی تھیں اور مزدوری سے جو کچھ حاصل ہوتا تھا وہ خدا کی راہ میں صرف کردیتی تھی

بی بی زینبؓ اُنہیں بیبیوں میں تھیں جو منادی اسلام سُن کر قبل ہجرت مسلمان ہوگئی تھیں، پھر محض اسلام کی خاطر وہ ہجرت کر کے مدینۂ منوّرہ آئیں۔ اور ہمیشہ

جناب سرورِ کائنات کی مطیع و فرماں بردار رہیں۔

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ جناب رسول کریمؐ نے زینبؓ کے حسنِ صورت و سیرت سے مجبور ہو کر زید سے طلاق دلوادی اور اپنے ساتھ نکاح کر لیا وہ حقیقتاً اُن واقعات سے بے خبر ہیں جو مابین حضرت رسالت مآبؐ اور حضرت زید طاری تھے۔ حضرت زید جب چھوٹے سے تھے جبھی سے حضورِ انورؐ نے انہیں پالا تھا۔ اور اُن سے بیحد محبت رکھتے تھے۔ بھلا یہ کیونکر ہو سکتا تھا کہ اُن کے ساتھ ایک احسان کر کے واپس لے لیا جائے۔ دوسرے یہ کہ اگر آپؐ براہ راست حضرت زینبؓ سے شادی کرنا چاہتے تو کونسی وجہ روکنے والی تھی۔ آپ اپنی پھوپی زاد بہن کو اپنی زوجیت میں لینے کے ہر طرح مستحق تھے۔ مگر ایسا نہیں ہوا بلکہ آپنے حضرت زید کے ساتھ اپنی پھوپی زادی کا نکاح خود ہی کر دیا۔ اور جب معاملات کی برہمی سے مجبور ہو کر حضرت زید نے اونہیں طلاق دیدی تو آپ نے محض دلجوئی کے لحاظ سے اُن کے حقوقِ زوجیت کو نوازا۔ اور اپنے حرم میں داخل کر لیا۔

جناب رسول کریمؐ کو صرف حضرت زید کے ساتھ ہی اُنس خصوصی نہ تھا بلکہ جب حضرت زید ۸ ھ میں سریہ موتہ میں انتقال کر گئے تو آپ اُن کے بیٹے اسامہ کے ساتھ بھی وہ ہی سلوک کرتے رہے۔ اور حضرت اسامہؓ اکثر افواج اسلام کے سپہ سالار بنا کر بھی بھیجے گئے۔ حالانکہ اُن سے زیادہ ہوشیار اور جری بہادر اور جنگجو شرفائے عرب اور جان نثارانِ اسلام اس وقت موجود تھے۔

غرض یہ ہے کہ حضرت زید سے رسول خدا کو بیحد محبت تھی۔ اور وہ ایسا کبھی نہیں کر سکتے تھے کہ ایک عورت کو طلاق دلوائیں اور اپنے ساتھ اُسکی

شادی کرلیں۔ یہ تو ایک معمولی اخلاق کا آدمی بھی نہیں کرسکتا۔

جناب رسول کریمؐ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے عہد نبوت تک بی بی زینبؓ تمام امہات المومنین کی طرح نہایت خوش حال رہیں جب حضرت عمرؓ پیغمبر صاحب کے دوسرے جانشین ہوئے تو انہوں نے ازواج الرسول میں سے ہر ایک کو بارہ ہزار درہم سالانہ دینے مقرر کئے یہ رقم حضرت کی تمام بیبیوں کو ہر سال کے ختم ہونے سے پہلے گھر بیٹھے پہونچ جایا کرتی تھی۔

بی بی زینبؓ کو جو رقم ملتی یہ اُسے اپنے محتاج رشتے داروں اور یتیموں میں صرف کر دیتیں۔ ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے انکا سالانہ وظیفہ ان کے پاس بھیجا اور بی بی زینبؓ نے وہ تمام روپیہ اسی وقت غربا اور مساکین میں خیرات کر دیا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو وہ ایک ہزار روپیہ اور لیکر بی بی زینبؓ کی خدمت میں خود آئے اور روپیہ سامنے لاکر رکھدئیے۔

بی بی زینبؓ نے جو پردہ میں بیٹھی ہوئی تھیں اپنی لونڈی سے کہا کہ جا یہ روپیہ بھی غریبوں، یتیموں، بیواؤں اور مسکینوں کو خیرات کر دے۔ اور دعا کی یا الہ العالمین اس کے بعد مجھے عمرؓ بن الخطاب کی عطا نہ پا سکے۔ چنانچہ دوسرا سال شروع ہونے سے پہلے ہی آپ کی وفات ہو گئی۔ آپ کو خیال گذرا تھا کہ شاید حضرت عمرؓ نے آپ کو مسرفہ سمجھا یا فضول خرچ خیال کیا اور اسی خیال سے کچھ روپیہ لیکر خود آئے۔ اور یہی خیال کر کے آپ نے ایسی دعا بھی مانگی جو قبول ہو گئی۔

سنہ ۳۰ ہجری نبوی میں جبکہ آپ کی عمر پچاس برس کی تھی انتقال فرمایا

حضرت عمرؓ نے جنازہ کی نماز پڑھائی اور اسامہ بن زید۔ اور محمد بن عبداللہ بن جحش نے قبر میں اُتارا۔ جو جنت البقیع میں اب تک زیارت گاہ اہل اسلام ہے۔

اُم المؤمنین حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

آپ کا نام رملہ تھا۔ مگر اپنی بیٹی کے نام پر آپ نے اپنی کنیت ام حبیبہ رکھ لی تھی۔ اور اسی نام سے زیادہ مشہور بھی تھیں آپ کا شجرۂ نسب یہ ہے۔

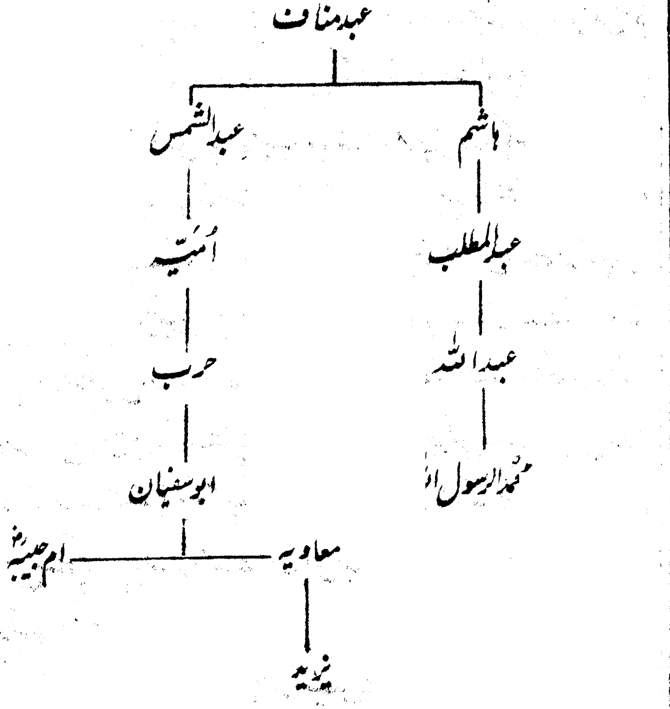

آپ کے باپ ابوسفیان بن حرب قبیلۂ بنو امیہ کے ایک معزز اور جاہ وجلال والے شخص تھے۔ اور ایسے شخص جن کی بادشاہوں کے درباروں میں بھی عزت ووقعت تھی۔ شاہان روم وفارس ابوسفیان کے دبدبے کو مانتے تھے اور سردار عرب جانتے تھے۔ ابوسفیان پہلے تو اسلام اور بانیٔ اسلام کے سخت دشمن تھے اس لئے کہ عبدمناف کی نسل میں اپنے سے زیادہ کامیاب اور ذی عزت کسی کو دیکھنا پسند نہ کرتے تھے۔ پھر وہ کس طرح گوارا کرتے کہ جناب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اُن کے مقابلے میں مظفر ومشہور اور مقبول ومنصور ہوں۔ تبلیغ اسلام کی سب سے زیادہ زبردست مخالفت ابوسفیان ہی نے کی۔ مگر وہ تو کچھ خدا کا کرم شامل حال تھا کہ ایک ایسے زبردست مخالف اسلام کی بھی کچھ پیش نہ چلی اور اسلام ہمیشہ مظفر ومنصور رہا۔

ابوسفیان حضرت کے رشتے دار تھے۔ اگر ذرا بھی مدد کرتے تو تبلیغ اسلام میں رُکاوٹیں پیش ہی کیوں آتیں۔ مگر قبیلہ بنو امیّہ کو قبیلۂ بنی ہاشم سے تو نسلی بغض تھا بھلا اوس کا اثر کیونکر جاسکتا تھا۔

حضور انور بعد نبوت تیرہ برس تک مکے میں رہے اور یہی کوشش کرتے رہے کہ کسی طرح اُن کے عزیز واقارب راہ راست پر آجائیں۔ مگر جن میں اصلی شقاوت ہو اُن پر تبلیغ کا اثر کیا ہوسکتا ہے۔ آخر مکہ میں دشمنوں نے چین لینے ہی نہ دیا۔ اور آپ مدینہ کی طرف ہجرت کر چلے۔ اس پر بھی دشمنوں کے دل ٹھنڈے نہ ہوئے۔ اور لڑائیاں ہوتی ہی رہیں۔

ابوسفیان قبیلۂ قریش کا سردار بن کر ہجرت کے تیسرے برس جنگ احد

میں اور پانچویں برس جنگ احزاب میں لشکر لیکر مدینے پر حملہ آور ہوا۔ مگر کچھ نہ کر سکا اور ناکام و نامراد واپس چلا آیا۔ جب حضور انورؐ نے دیکھا کہ مکے والے پیچھا ہی نہیں چھوڑتے تو ہجرت کے آٹھویں برس آپ نے خود ہی مکے پر حملہ کر دیا۔ ابوسفیان کو اس حملہ کی خبر ہوئی تو وہ مدینے ٹوہ لینے آیا۔ اور دیکھا کہ لشکر اسلام ٹڈی دل کی طرح جمع ہے۔ ہزاروں اسلام کے حمایتی اپنی جانیں نثار کرنے کے لئے سر سے کفن باندہے ہوئے اللہ اکبر کے نعرے لگا رہے ہیں۔ یہ حال دیکھ کر اُس کے ہوش پَراں ہوگئے۔ بھاگا ہوا واپس مکے آیا اور اہل مکہ سے کہنے لگا کہ مسلمانوں سے لڑنے کا نام نہ لینا۔ ورنہ وہ ذرا سی دیر میں قلع قمع کر کے رکھدیں گے اسی کا نتیجہ تھا کہ مکہ بغیر جانوں کی قربانی کرنے کے فتح ہو گیا۔

جنگ اُحد میں ابوسفیان نے اپنی دشمنی اور تیرہ قلبی کا بہت کچھ ثبوت دیا تھا۔ جب اس لڑائی میں پیغمبر صاحبؐ کے چچا حمزہ ابن عبدالمطلب شہید ہوئے تو ابوسفیان نے پیٹ پھاڑ کر اُن کا جگر نکالا اور چبانا شروع کیا۔ اور جب نگلا نہ گیا تو تھوک دیا۔ اب فتح مکہ کے بعد موقعہ تھا کہ آنحضرت ابوسفیان سے بھی گذشتہ حرکتوں کا بدلہ لیتے مگر آپ نے اپنے ازلی اخلاق کا ثبوت دیا۔ اونٹنی پر سر جھکائے امن عام کی منادی کرتے ہوئے مکہ میں داخل ہوگئے۔ اور اس منادی میں خصوصیت کے ساتھ یہ الفاظ بڑھوا دیے کہ "من دخل دار ابی سفیان فھو امن" یعنی جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے اُسے پناہ و امن کا مژدہ سُنادو۔ ابوسفیان بدی کے عوض میں یہ نیکی کا برتاؤ حضور سرور کائناتؐ کی طرف سے دیکھ کر غیرت و ندامت کے پسینے سے

تر ہو گیا۔ مگر آپ نے صرف اسی پر اکتفا نہیں کی بلکہ جب مسلمانوں میں مال غنیمت تقسیم کیا تو سو اونٹ اور چالیس اوقیہ چاندی اس کو اور اس کے بیٹوں معاویہ اور یزید کو تقسیم کی۔

اس حق نمائی کا نتیجہ یہ ہوا کہ ابوسفیان مسلمانوں میں آملا۔ غزوۂ طائف میں اسلام کی طرف سے شریک جہاد ہوا اور اپنی ایک آنکھ دے بیٹھا۔ پھر حضرت عمرؓ کے زمانۂ خلافت میں جنگ یرموک میں شریک ہوا اور دوسری آنکھ بھی دیدی۔ جناب رسول کریمؐ نے ابوسفیان کے تمام گذشتہ قصور معاف کر دیے تھے۔ اور نجران کا عامل مقرر کر دیا تھا۔ معاویہ انہیں کے بیٹے تھے اور ام حبیبہ رضؓ انہیں کی بیٹی تھیں۔

معاویہ نے اور اُن کے بیٹے یزید نے جو کچھ خاندانِ رسالت کے ساتھ کیا وہ سب کو معلوم ہے۔ قیامت تک دنیا اُن کے افعال و حرکات پر افسوس کرے گی۔ گو امیر معاویہ اصحاب رسول میں داخل تھے۔ لیکن وفاتِ رسولؐ کے بعد اُنہوں نے عداوت اور نفرت کا ایک ایسا بیج بویا جس کے پھل آلِ رسول کے لئے زہریلے ثابت ہوئے۔ اور خود انکی اولاد کے لئے سبب عذاب گو ام حبیبہ رضؓ بھی اسی باپ کی بیٹی تھیں جس کے۔ امیر معاویہ تھے۔ مگر ان کی فطرت بالکل الگ تھی۔ جس وقت جناب رسالت مآب نے نبوت کا دعوی کیا حضرت ام حبیبہؓ کی عمر صرف ۱۷ برس کی تھی۔ اگرچہ اُن کے باپ ابوسفیان اور بھائی معاویہ اسلام کے سخت مخالف تھے جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا مگر ام حبیبہ رضؓ نے اُن کے رعب داب اثر و جلال اور دھوم دھام کی ذرا

بھی پروانہ کی اور وہ اسلام کے جھنڈے کے تلے بغیر کسی خوف کے آگئیں
ایک ایسے جابر باپ کی بیٹی ایک ایسے ظالم اور شریر خاندان کی خاتون اس
طرح اپنے خاندانی مذہب کے خلاف دوسرے مذہب کے قبول کرنے کے
لئے مستعد ہو جائے اور نہ صرف مستعد ہو جائے بلکہ اُسے قبول بھی کر لے کیا اپنی
ہمت اور شجاعت، صداقت، دیجگری اور معاملہ فہمی کے لحاظ سے قابل داد نہیں ہے؟

اُن کے خاندان والوں نے اُن کو اپنے مذہب کے خلاف دیکھ کر طرح
طرح کی تکلیفیں دینی شروع کیں مگر وہ مستقل مزاج تھیں اپنی دُھن کی پکی اور
اپنے ارادوں کی پوری تھیں۔ اسلام کا دامن مضبوط تھامے رہیں۔ عبداللہ
بن جحش سے آپ کی شادی ہو چکی تھی وہ بھی آپ کے کہنے سے ایمان قبول
کر چکا تھا۔ اس لئے اب اُنہیں اپنے خاندانی مخالف کی ذرا بھی پروا نہ تھی۔

یہ سب کچھ تھا مگر دشمن زبردست تھے۔ ایک ابو سفیان ام المومنین کا باپ
ہی بڑا ظالم تھا۔ طرح طرح کی تکلیفیں جو ممکن تھیں دیں۔ اور جس طرح ستایا گیا ستایا
جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت ام حبیبہ رض ہجرت کر کے مہاجرین کے ساتھ حبشہ روانہ
ہو گئیں اور وہاں رہنے لگیں۔

حبشہ پہنچنے کے بعد کچھ دن اُن کے شوہر عبیداللہ کے خیالات میں نہ
معلوم کیوں ایک نیا انقلاب پیدا ہوا اور اُس نے مذہب اسلام چھوڑ کر نصرانیت
قبول کرنے پر آمادگی ظاہر کی۔ ام حبیبہ رض نے ہر چند سمجھایا کہ اگر تو ایسا کریگا
تو میں تیرے نکاح میں نہ رہوں گی۔ تجھ سے طلاق لے لوں گی مگر عبیداللہ
کے توشقاوت بھری ہوئی تھی وہ بھلا کیونکر مانتا آخر نصرانی بن گیا۔

عبید اللہ نے ہر قسم کا لالچ ام حبیبہ رضؓ کو دیکر کوشش کی کہ وہ بھی نصرانی ہو جائیں اور بڑے بڑے سبز باغ دکھائے مگر جو دل خدا اور اُس کے رسول کی محبت کا سامان روزِ ازل سے لیکر آیا ہو وہ ان پاک سامانوں سے خالی کیونکر ہو سکتا ہے ام حبیبہ رضؓ مسلمان ہی رہیں اور عبید اللہ سے طلاق حاصل کرلی۔

عبید اللہ سے ان کے ایک لڑکی حبیبہ پیدا ہوئی تھی جس کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں۔

اس واقعہ کی خبر جناب رسولِ کریمؐ کو مکہ پہنچی، تو آپ کو سخت رنج ہوا۔ اور پردیس میں عبید اللہ کی اِس حرکت ناشایستہ پر سخت غصہ آیا۔ ساتھ ہی ساتھ حضرت ام حبیبہؓ کا استقلال آپ کے دل میں جگہ پکڑتا گیا۔ اس استقلال اور اِسلامی محبت کا تقاضا یہی تھا کہ حضور انورؐ ام حبیبہ رضؓ کی اس بے کسی اور بے لبسی کا معاوضہ اونھیں اپنی زوجیت میں لیکر دیتے۔ کیونکہ آپ کی ذات دنیا بھر کے بکیسوں کے لئے حمایت وسفارش کی تنہا ذمہ دار تھی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ آپ نے عمرو بن اُمیہ ضمیری کو اپنا خط دیکر نجاشی بادشاہ حبشہ کے پاس روانہ کیا۔ اور خط میں نجاشی کو لکھا کہ اپنی وکالت سے میرا نکاح ام حبیبہ رضؓ کے ساتھ کردو۔ اور ساتھ ہی مہر بھی جو مقرر ہو ادا کردو۔"

نجاشی کے پاس جب آپ کا خط پہنچا تو وہ تعمیل حکم کے لئے تیار ہو گیا۔

حضرت ام حبیبہؓ حبشہ میں اب تنہائی اور بیکسی کی زندگی بسر کر رہی تھیں۔ عبید اللہ کا انتقال ہو چکا تھا۔ گو اُس کے انتقال ہونے سے پہلے ہی آپ کو عبید سے کوئی تعلق نہ رہا تھا۔ ایک دن یہ بیٹھی ہوئی تھیں کہ نجاشی کی لونڈی ابرہہ اُن کے پاس

حاضر ہوئی۔ ابرہہ نجاشی کی بیٹیوں کی کنگھی چوٹی اور بناؤ سنگھار کیا کرتی تھی۔ آئی اور کہنے لگی کہ بیٹی بادشاہ نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے اور پیام دیا ہے کہ جناب پیغمبر صلعم نے اُسے خط میں لکھا ہے کہ اپنی وکالت سے اُن کا نکاح تمہارے ساتھ کردیا جائے۔

یہ پیغام سن کر بی بی ام حبیبہ رض بہت خوش ہوئیں اور فرمایا کہ اے ابرہہ تو نے یہہ پیام دے کر مجھے خوش کیا ہے خدا تجھے خوش کرے۔ اور اپنی انگلیوں کی انگوٹھی چھلے جو اُس وقت پہنے ہوئے تھیں اُتار کر ابرہہ کو بطور انعام دیدیئے۔ ابرہہ نے کہا کہ بی بی اب تم مہاجرین میں سے کسی شخص کو مقرر کردو جو تمہارا وکیل ہو اور اپنی وکالت سے نکاح کردے۔ بی بی ام حبیبہ رض نے خالد بن سعید کو اپنا وکیل مقرر کیا جو اُس وقت حبشے ہی میں تھے۔

جب شام ہوئی تو نجاشی حاکم حبشہ نے جعفر رض ابن ابی طالب اور عثمان رض ابن عفان وغیرہ مسلمان مہاجرین کو ایک جگہ بلا کر جمع کیا اور اُس بھرے مجمع میں حضور انور کے پیام کا اعلان کردیا۔ خالد بن سعید کی طرف سے ایجاب وقبول ہوا۔ اور نجاشی نے مبلغ چار سو روپیہ جو مہر کے مقرر ہوئے تھے اُسی وقت خالد کو دیدیئے۔ وہ روپیے خالد نے فوراً ام حبیبہ رض کو بھجوادیئے۔

جب نکاح ہو چکا تو لوگ رخصت ہونے لگے مگر نجاشی حاکم حبشہ نے سب کو روک لیا اور کہا کہ نکاح کے بعد ولیمہ کرنا انبیاء سلف کی سنت رہا ہے اسلئے آپ سب لوگ کھانا کھا کر جائیں۔ سب ٹھہر گئے۔ اور نجاشی نے آنحضرت صلعم کی طرف سے تمام مسلمانوں کو نہایت کشادہ دلی کے ساتھ اچھے اچھے کھانے کھلائے اور خوب خاطر مدارات کرکے اُن کو رخصت کردیا۔

یہ نکاح ۶ سنہ ہجری میں ہوا۔ جب ام حبیبہ رضی کے باپ ابو سفیان کو اس نکاح کی خبر ملی تو گو وہ حضور انور کا اس وقت سب سے زیادہ دشمن اور مخالف تھا مگر اس اطلاع کو سن کر کہنے لگا "ذالک الفحل لایقدع انفہ" یعنی یہ ایک ایسا کام ہے جس سے عزت پر بٹہ نہیں لگتا۔ اس سے ابو سفیان کا مطلب یہ تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک ذی عزت خاندانی آدمی ہیں اگر انہوں نے میری بیٹی کے ساتھ نکاح کر لیا تو اس میں میرے لئے کوئی بے آبروئی نہیں ہے۔ نہ میری خاندانی عزت کو کوئی صدمہ پہنچا ہے۔

ابو سفیان ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ کہ انہیں دنوں بنی قریش بنی خزاعہ والوں سے لڑ پڑے۔ قبیلہ بنی خزاعہ حضور انور کا حلیف اور ہم عہد تھا اور معاہدہ یہ تھا کہ پیغمبر صاحب کے کسی حلیف سے نہ لڑیں گے۔ اب جو بنی قریش نے اپنا معاہدہ توڑ ڈالا تو ابو سفیان اس عہد کی تجدید کرنے کے لئے مدینے پہنچے۔ اور وہاں پہنچکر یہ اپنی بیٹی ام حبیبہ رضی کے مکان پر بھی گئے۔ ام حبیبہ رضی نے انہیں عزت کے ساتھ اندر بلا لیا مگر فوراً اس گدے کو ہٹا کر رکھدیا جس پر جناب رسول کریم رونق افروز ہوا کرتے تھے۔ یعنی جب ان کے گھر میں آتے تھے تو اس گدے پر بیٹھتے تھے۔

ابو سفیان نے بی بی ام حبیبہ رضی کی یہ حرکت دیکھ کر تعجب سے پوچھا کہ کیا تم نے یہ گدا اس لئے اٹھا لیا ہے کہ میں اس پر نہ بیٹھ سکوں؟ بی بی ام حبیبہ رضی نے نہایت جوشیلے لہجے میں جواب دیا "بے شک! اس لئے کہ تم مشرک ہو اور اس پر حبیب خدا صلعم تشریف رکھتے ہیں" ابو سفیان کو یہ سن کر غصہ آ گیا مگر انہوں نے اس کے سوا اور کچھ نہ کہا کہ "وہ تو سخت گمراہی اور برائی میں آلودہ ہے۔"

حضرت ام حبیبہؓ کا انتقال ۴۴ھ ہجری میں ہوا۔ اور جنت البقیع میں دفن کی گئیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ام المومنین بی بی جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

بہنو! ہمارے پیارے نبی محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نویں بی بی ہیں ہجرت سے ۱۹ سال پہلے آپ کی پیدائش بیان کی جاتی ہے۔ آپ کا اصل نام برہ تھا مگر رسول خدا نے اس نام کو بدل کر جویریہؓ رکھا کیونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ناموں کا بہت بڑا خیال تھا آپ برے معنوں یا ایسے ناموں کو جن کے کچھ معنی نہ ہوں یا جنکے معنی میں بیحد غرور اور تکبر یا بیحد خاکساری وانکساری پائی جاتی پسند نہ فرماتے تھے اسی طرح بی بی زینب بنت ابی سلمہ کا نام بھی برہ تھا جس کو حضور نے بدل دیا اور زینب رکھا۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سی مسلمان عورتوں مردوں کے نام تبدیل کرائے گئے۔ چنانچہ حزن کا سہل اور حرب کا مسلم۔ عاصیہ یا جمیلہ نام رکھا گیا تھا۔

بی بی جویریہؓ کے باپ حارث بن ضرار بن حبیب بن عائذ بن مالک بن خزیمہ یا مصطلق ہے۔ عرب کا مشہور قبیلہ (خاندان) بنو مصطلق ام المومنین بی بی جویریہؓ ہی کے مورث اعلیٰ جد امجد جذیمہ معروف مصطلق سے منسوب ہوا اور یہ قبیلہ۔ قبیلہ بنو خزاعہ کی ایک شاخ ہے جو پانچویں (پشت) میں آکر علیحدہ ہوئی ورنہ اس قبیلہ کے

موزرخ اعلی عمرو نامی ایک شخص تھے جنکو ابو خزاعہ کہہ کر مخاطب کیا کرتے تھے اس لئے بنو المصطلق اور بنو خزاعہ ایک ہی دادا کی اولاد ہیں۔

ام المومنین بی بی جویریہ کے باپ حارث بن ابی ضرار اپنے خاندان کے نامور سردار بہادر شجاع مشہور شہسوار تھے جاہلیت کے زمانہ میں آپ نے اپنی مردانگی اور شجاعت کی بدولت بہت کچھ نام کر لیا تھا مگر جس طرح اور بہت سے عربی قبایل نے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم وتلقین کو اپنی جہالت کے زعم میں ٹھکرایا حارث اور اُن کے قبیلے نے بھی قبول نہ کیا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے عقیدوں اور ارادوں میں آبائی تہذیب کا دشمن جان کر حضور کے دشمنوں کی جان لینے کی فکر میں طرح طرح کی کوششیں جس طرح مکہ معظمہ کے ناشکر گذار جاہل ہٹ دھرم اہل قریش کرتے تھے حارث کو بھی یہی خبط سوار تھا کہ جس طرح ہو اللہ کے پیارے رسول کو چشم زخم پہونچے۔ اُف اُف بہنو ذرا سوچو تو وہ کیسا ہولناک وقت ہوگا جب ایک طرف تو محمد صلی اللہ اور اُنکے غلاموں کی مٹھی بھر تعداد اور دوسری طرف عرب کے ملک کا ذرہ ذرہ اُن کو مٹانے کے لئے کمر باندھے ہوا تھا۔ مگر اللہ تعالے کی کریمی کے قربان جایئے کہ ہر جگہ دشمنوں کو نیچا ہی دیکھنا نصیب ہوا۔ اور اس کے پیاروں کی فتحیابی اسلام کو دنیا میں دن دونی رات چوگنی ترقی ہوتی رہی۔

ام المومنین بی بی جویریہ رضی اللہ تعالے عنہا کا پہلا بیاہ اُنکے ہی خاندان کے ایک نوجوان مسافع بن صفوان کے ساتھ ہوا۔ یہ شخص اپنے خاندانی خصوصیت کے ساتھ ہمعصروں میں دلیر دبانکا اور بہادر ہونہار تھا۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شرف زوجیت کا اعزاز اسطرح حاصل ہوا کہ۔

پیغمبر خدا صلعم ۵ھ میں قلعہ دومتہ الجندل پر حملہ کرنے کی غرض سے مع لشکر تشریف لے گئے ادھر حارث یعنی جویریہ رض کے باپ جو ہمیشہ رسول خدا اور مسلمانوں کے خلاف تاک میں لگے رہتے تھے اس موقعہ کو غنیمت سمجھ کر چپکے چپکے مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کے سوئے ڈورے چلانے لگے اور ارد گرد کے تمام نامسلم قبیلوں کو مسلمانوں سے لڑنے کے لئے تیار کر لیا۔ سب لوگ مسلح ہو ہو کر حارث کے ساتھ ہوئے اور موضع قرع جو بنو المصطلق کے مشہور چشمہ مریسیع کے متصل ہے چاؤنی ڈالی۔

رسول خداؐ کو بھی اس سازش کی خبر مدینہ منورہ واپس آنے پر ہوئی۔ آپ نے فوراً حضرت بریدہ بن الحصیب رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو سراغ رسانی کے لئے بھیجا کہ واقعی کیا معاملہ ہے۔ حارث کا لشکر کس موقعہ پر ہے اور اس کا کیا ارادہ ہے بریدہ رض جہاں یہ لشکر پڑا ہوا تھا آئے اور سیدھے حارث بن ابی ضرار کے پاس گئے۔ اس نے دریافت کیا تم کون ہو کہا کہ میں بھی تمہارا ہم قوم ہوں۔ میں نے سنا ہے کہ تم لوگ محمد بن عبداللہ (جو آپ کو اللہ کا رسول تبلاتا اور ہمارے باپ دادا کے قدیمی مذہب کو برباد کرنا چاہے اس سے لڑنا چاہتے ہو اگر واقعی تمہارا یہی ارادہ ہے تو میری بھی آرزو ہے کہ تمہارے ساتھ مل کر اس کا مقابلہ کروں۔ اور اپنے لوگوں کو تمہارے لشکر میں لے آؤں۔

حارث کو ان کلمات کے سننے سے جسقدر بھی مسرت ہوئی ہوگی وہ بالکل اس کے لئے درست تھی اگر اس نے بریدہ رض کی آواز کو غیبی آواز جانا ہو تو تعجب نہیں وہ نہایت خندہ پیشانی اور کشادہ دلی سے بولا کہ کیا واقعی تم میری مدد کرنے کے لئے آئے ہو نہیں نہیں تم میری مدد نہ کروگے بلکہ اپنے قدیمی مذہب اور باپ دادا

کی عزت کو بچانے کے لئے میرا ساتھ دوگے ہاں ہاں تم ضرور ضرور ایسا کروگے عربی غیرت کا یہی تقاضا ہے۔ شوق سے اپنے قبیلہ کے لوگوں کو لے آؤ اور اپنے خلفا کو بھی اس کارخیر میں شریک ہونے کی دعوت دو میں تمہارے انتظار میں ٹھیرا رہونگا۔

بریدہ حارث کے دلی خیالات و حالات سے واقف ہوکر واپس مدینہ منورہ تشریف لائے اور جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں جو دیکھا اور سنا تھا من وعن ظاہر کردیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔ زید بن حارث کو اپنا قایم مقام مدینہ منورہ میں مقرر کرکے مسلمانوں کا لشکر لیکر مدینہ سے نکلے اور ماہ شعبان المبارک ۵ھ کو چشمہ مریسیع پر جو موضع قدید کی جانب واقع ہے ٹھیرے ادہر حارث اور اس کے ساتھیوں کو بھی مسلمانوں کی آمد آمد کا غلغلہ پہنچ چکا تھا وہ پریشان و حیران ہو رہے تھے اب جو لشکر اسلام کو یک بیک اپنی آنکھوں سے مقابل میں دیکھا تو اور بھی آئے ہوئے حواس جاتے رہے اکثر عربی قبایل تو جو حارث کی امداد کے لئے دعوتاً آئے ہوئے تھے ادہر ادہر چلتے پھرتے نظر آئے۔ مگر ایک حارث اور اس کے قبیلہ کے سات سو جوان بے خوف و ہراس ڈٹے رہے اور نہایت اطمینان کے ساتھ لڑائی کی تدابیر سوچتے رہے۔

رسول خدا نے مہاجرین کا علم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالے عنہ کو اور انصار کا سعد بن عبادہ کو عطا فرماکر دشمنان دین کے مقابلہ میں صف بندی کا حکم دیا۔

دشمن کا لشکر بھی مقابلہ میں پرا جمائے ہوئے مرنے مارنے کے لئے کھڑا ہوا تھا۔ مگر نبی کریم نے نہ چاہا کہ بلا اتمام حجت اور اسلام کی دعوت دئیے ان پر حملہ کریں۔ اس لئے دستور کے موافق اعلان کیا گیا کہ اے اپنی قوم اور اپنی جانوں کو ہلاکت میں ڈالنے والے خدا کے دشمنو بہتر ہے اب بھی اپنی جہالت سے باز آؤ

اور بتوں کی پرستش سے جو انسانی بزرگی کے بالکل خلاف ہے اور جن سے دنیا میں ہمیشہ فتنے اور فساد برپا رہتے ہیں توبہ کرو اور صرف ایک خدائے واحد پر ایمان لے آؤ تو ہم وعدہ کرتے ہیں کہ تم میں سے کسی کی جان و مال اور آبرو کو کچھ ایذا نہ پہونچے گی بلکہ تم میں کا ہر فرد ہمارا بھائی بن جاوے گا۔

عقل کے دشمن مریدانِ جہالت حارث اور اس کے ساتھیوں نے اس پیغام صلح کو نہایت ہی تلخ شئے سمجھ کر ذرہ بھر پرواہ نہ کی اور بلا کسی غور و فکر کے لڑائی شروع کردی۔ اب کیا رہا تھا بدقسمت دشمنوں کی پیش قدمی کا جواب بہادر مسلمانوں نے بھی بجلی کی کڑک اور چمک کی طرح دیا۔ دونوں طرف سے عربی تلواریں میان سے نکل نکل کر چمکیں اور دم زدن میں خون کے دریا میں نہانے لگیں۔ ابھی زیادہ دیر نہ ہوئی تھی کہ دشمن کے لشکر میں بھگی پڑ گئی۔ مسلمانوں نے میدان مار لیا بنو مصطلق ایسے بدحواس ہوئے کہ اپنے اہل و عیال مال و اسباب کی بھی پروا نہ کی جو کچھ انکا سرمایہ تھا سب کا سب میدان میں رہ گیا۔ مسلمانوں نے فوراً اس پر قبضہ کرلیا۔ اس لڑائی میں دشمنوں کے ۱۰ آدمی کام آئے بقیۃ السیف گرفتار ہوئے۔ مسلمانوں میں سے ایک صحابی شہید ہوئے۔

حارث سردار لشکر اپنی چالاکی سے صاف نکل گیا۔ عربوں میں قاعدہ تھا کہ سردار قبیلہ کے تمام عیال و اطفال جنگ کے وقت شریک ہوتے اسی دستور کے مطابق حارث کے گھر والے عورت و مرد بوڑھے بچے سب شریک جنگ تھے جو آخر میں قید ہو گئے ان ہی قیدیوں میں۔ بی بی جویریہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ جب مال غنیمت کا جائزہ لیا گیا تو دو سو اونٹ پانچ ہزار بکریاں اور دو سو قیدی شمار کئے گئے۔ سوائے ان غلام مال

غنیمت کا نگران مقرر کیا گیا جو مدینہ لایا۔

مدینہ پہونچکر نبی کریمؐ نے مال غنیمت کو صحابہ پر تقسیم کیا۔ بی بی جویریہؓ بنت الحارث ثابت بن قیس کے حصّہ میں آئیں ثابت قبیلہ خزاعہ میں سے تھے اور بنو المصطلق کے قرابت دار ہونے کی وجہ سے جویریہؓ سے یہ شرط کرلی کہ ایک معین رقم انہیں ادا کردیں تو آزاد ہوسکتی ہیں۔

جویریہؓ کو رسول خداؐ کی رحمدلی اور فیاضی کا علم ہوچکا تھا وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کہا کہ یا رسول اللہ میں مسلمان ہوچکی ہوں اور بنو المصطلق کے سردار حارث بن ضرار کی بیٹی ہوں مگر اب میرا شمار لونڈیوں میں ہے ثابت مجھ سے آزاد کرنے کے بدلہ میں روپیہ مانگتے ہیں مگر میرے پاس ایک پیسہ نہیں جو بطور فدیہ دے سکوں آپ مجھ پر رحم فرمائیے اور میری مدد کیجئے۔

نبی کریمؐ پر جویریہؓ کی تقریر کا اثر ہوا آپؐ نے ثابت بن قیس کو فوراً مقررہ رقم ادا کرکے اُن کو آزادی بخشی۔

جویریہؓ اب آزاد تھیں کوئی جبر ان کی طبیعت پر نہیں تھا جہاں ان کا دل چاہتا جاسکتی تھیں اور جس سے اُن کا مزاج چاہتا نکاح کرسکتی تھیں مگر اُن کی قسمت میں تو ام المومنین ہونا تھا وہ تو ظل رسالت کی ٹھنڈک میں زندگی بسر کرنے کے لئے قیدی بن کر یہاں تک آئی تھیں۔ وہ مسلمان ہوچکی تھیں اسلام کی محبت ان کے دل میں گھر کرچکی تھی وہ رسالت پناہ کی جود و کرم کا عام نظارہ کرچکی تھیں انہیں مسلمانوں کی حمیت دینی اور ایفائے عہد کا صحیح اندازہ کرنیکا موقع مل چکا تھا وہ صداقت و لطافت میں تمیز کرنیکی قابلیت رکھتی تھیں اُنھوں نے اپنی

آنکھوں سے ملاحظہ کرلیا تھا کہ حق کی فتح اور باطل کو شکست کیونکر ہوتی ہے۔ وہ جان چکی تھیں کہ خدا کس کا مددگار ہے اور شیطان کسے برباد کررہا ہے۔ وہ نادان و ناسمجھ نہ تھیں اس وقت ۲۰ سال کی عمر تھی جو ہر عورت کے لئے ایک پختگی عمر کا زمانہ ہے اس عمر میں بہت کچھ تجربہ ہو جاتا ہے۔ پھر وہ بیبیاں جو مردوں کے دوش بدوش سفر و حضر۔ صلح اور جنگ میں برابر کی حصہ دار ہوش سنبھالتے ہی رہی ہوں کسی طرح دھوکے کا شکار نہیں ہو سکتیں۔

اب وہ اسلامی دستور کی ماتحت تھیں بلاشک ان کا خاوند بھی تھا مگر وہ حالت کفر میں اور یہ مسلمان مذہبی اختلاف نے پہلے تمام تعلقات کو منقطع کر دیا تھا اور جدید تعلقات کی بنا پر ضروری تھا کہ وہ کسی کی بی بی بن کر دنیا میں زندگی بسر کریں ہاں ہندوستانیوں کی سی خود ساختہ رسوم پر ناک کٹنے کا خیال نہ تھا۔ جہاں بیوگان اور معلقات و مطلقات کو جبراً مجردرہ کر زندگی کے دن کاٹنے پڑتے ہیں۔

آپ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے پیغام نکاح پہنچا آپ نے اس عزت افزائی کو نہایت ہی مغتنم سمجھا فوراً رضامندی دیدی اور آپ حرم محترم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک رکن بن گئیں۔

نبی کریمؐ کا سن شریف ۵۸ سال تھا یہ وہ زمانہ ہے جس میں ہر انسان قریب قریب حیوانی خواہشات کے پرجوش تقاضوں سے پاک ہو جاتا ہے۔ اس لئے نہیں کہا جا سکتا اس نکاح کے وقت کہ حضور نے کسی ایسی خواہش کی بنا پر بی بی جویریہؓ سے نکاح کیا جو قومی فلاح و بہبود کے منافی تھا اور محض متعدد عورتوں کا جھرمٹ اپنے گرد و پیش کرنا مقصود ہو۔ اگر ایسا ارادہ ہوتا تو آپ کفار مکہ سے

اس وفد کو ہرگز واپس نہ کرتے جس نے زمانہ آغاز نبوت پر خدمت عالی میں حاضر ہو کر اعلائے کلمۃ اللہ کی منادی کو روکنے کے لئے کئی دلفریب ترغیبیں دے کر کہا تھا کہ اگر تم چاہتے ہو کہ حسین سے حسین لڑکیوں سے شادی کروں تو ہم جس قبیلہ میں سے کہو آپ کی زوجیت کے لئے کنواری لڑکیاں بہم پہنچا سکتے ہیں۔ مگر آپ نے یہی جواب دیا تھا کہ یہ باتیں میرے درد دل کی دوا نہیں ہو سکتیں۔ اگر تم میرے ایک ہاتھ پر سورج اور دوسرے پر چاند بھی آسمان سے لا کر رکھدو گے تو نہیں ہو سکتا کہ کلمۃ اللہ کے اعلان سے چشم پوشی کروں۔ پس ماننا پڑے گا کہ حضورؐ نے جس قدر نکاح کئے وہ محض دینی اور قومی صلاح و فلاح کی بنا پر تھے چنانچہ اس نکاح کا ایک ظاہری اثر یہ ہوا کہ جب صحابہ رضوان اللہ اجمعین نے دیکھا کہ بی بی جویریہؓ تعالے عنہا ام المومنین کے درجہ و مرتبہ پر فائز ہو گئیں تو آپ کے قبیلے کے جسقدر مرد و زن اسیر ہو کر کنیز و غلام بن چکے تھے اک دم آزاد کر دیئے کہ انہوں نے حرم رسالت کی اس بات میں توہین سمجھی کہ ان کے بھائی بند طوق غلامی پہنے رہیں اور مسلمان ان کے آقا کہلائیں اس کا نام حقیقی محبت اور مودت ہے کہ رسالت پناہ کی حفظ ناموس کا اسدرجہ خیال ہی نہیں بلکہ عشق تھا کہ اپنے نقصان کو آخرت کے نفع سے تبدیل کر لینے میں ذرا درنگ نہ کرتے تھے۔

رسول خدا اور صحابہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ عنایت و شفقت اور حکیمانہ تدبیر دیکھ کر بہت بنو المصطلق مسلمان ہو گئے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالے عنہا فرمایا کرتی تھیں کہ بی بی جویریہ رضؓ کا نکاح ان کی قوم کے لئے نہایت ہی بابرکت ہوا کہ ساری قوم اسی روز غلامی سے آزاد ہو گئی اور بہت سے لوگ

شرف اسلام سے مشرف ہوئے میرے خیال میں کوئی عورت اپنی قوم کے لئے ایسی مبارک ثابت نہیں ہوئی۔

اس کے کچھ عرصہ بعد حارث والد ماجد بی بی جویریہ رض بہت سے اونٹ اور مال و اسباب لیکر بیٹی کو آزاد کرانے کے لئے مدینہ کی طرف آئے اور راستہ میں جب موضع عقیق کے متصل پہونچے تو ۲ دو اونٹ اُن کو بہت ہی بھلے معلوم ہوئے اُن کے دل نے نہ چاہا کہ یہ اونٹ بھی فدیہ میں دیدوں۔ اس لئے دونوں اونٹوں کو وہیں کسی گھاٹی میں پوشیدہ کر دیا اور خود بقیہ مال و اسباب لیکر مدینہ پہنچکر رسول خدا کی خدمت میں حاضر ہوئے حارث کو ابھی تک یہ معلوم نہ ہوا تھا کہ اُن کی بیٹی حرم رسالت میں داخل ہو چکی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اے محمدؐ تم میری بیٹی کو قید کر لائے ہو لو اس کا فدیہ لے لو اور برہ (جویریہ رض) کو میرے ہمراہ کر دو۔ تمام مال و اسباب اور شتر جو مدینہ ہمراہ لائے تھے پیش کر دیا۔ رسولؐ خدا نے فرمایا کہ وہ دو اونٹ کہاں ہیں جن کو تم عقیق کی گھاٹی میں پوشیدہ کر آئے ہو۔ حارث یہ سُنتے ہی مُسلمان ہو گیا اور کہا واللہ تم خدا کے بھیجے ہوئے سچے نبی ہو کیونکہ اُن اونٹوں کے چھپانے کا علم بجز خدا کے کوئی نہیں جانتا اسی نے آپ کو بتلایا ہے۔

حارث جب مُسلمان ہو گئے تو انہیں معلوم ہوا کہ اُن کی دختر نیک اختر پیغمبر صاحب کے نکاح میں ہیں اس واقعہ سے اُن کو جسقدر بھی خوشی ہوئی ہو گی اُن کا ہی دل خوب جانتا ہو گا۔ الغرض آپ بیٹی سے ملے اور اپنی قوم کے لوگوں کو ہمراہ لیکر خوش خوش وطن کو واپس آئے۔

بی بی جویریہ رض نہایت عابدہ زاہدہ متقی عورت تھیں نماز پنجگانہ کے علاوہ بسا اوقات

نوافل اور دعا و استغفار میں مصروف رہا کرتی تھیں اور حالت بیداری میں بہت کم مصلے سے علیحدہ ہوتی تھیں ایک روز رسول اکرم کچھ دن چڑھے آپ کے حجرے میں تشریف لائے تو دیکھا کہ آپ مصلے پر بیٹھی ہیں۔ ارشاد ہوا۔ جویریہ کیا تم صبح سے اب تک مصلے ہی پر بیٹھی ہو انہوں نے عرض کیا۔ جی ہاں۔ پھر آپ نے فرمایا کہ میں تم کو ایسی بات نہ بتلاؤں کہ اگر تم اس کو ایک دفعہ بھی کہہ لیا کرو تو سارے دن کی نفلی عبادت سے بہتر ہو۔ لو سنو وہ کلمات یہ ہیں:۔

سبحان اللہ عدد خلقہ۔ سبحان اللہ رضی النفسہ۔ سبحان اللہ زنتہ عرشہ۔ سبحان اللہ مداد کلماتہ (یعنی ہم اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں۔ اس کی مخلوقات کی گنتی کے برابر ہم خدا کی پاکی بیان کرنے میں اس کی مرضی کے برابر ہم خدا کی پاکی بیان کرتے ہیں۔ اس کے تخت کبریائی کے وزن کے برابر ہم اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں اس سیاہی کے برابر جس سے اس کی باتیں لکھی جاتی ہیں)"

ام المومنین جویریہؓ کا انتقال ۵۶ھ میں بمقام مدینہ منورہ ہوا اور قبرستان بقیع میں مدفون ہوئیں اس وقت حضرت معاویہ بن ابوسفیان کا زمانہ خلافت تھا حضرت ابن عباس اور جابر بن عبداللہ بن عمرؓ وغیرہ نے ان سے بہت سی حدیثیں روایت کی ہیں۔"

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ذکر خیر ام المومنین بی بی صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

آپ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی دسویں زوجہ محترمہ ہیں آپ بنی اسرائیل کے مشہور قبیلہ بنی لاوی بن یعقوب کی اولاد سے ہیں آپ کے باپ کا نام حی بن اخطب بن سعنہ بن عبید بن کعب بن الخزرج بن حبیب بن النفر بن التحام بن ناخوم تھا ناخوم بنی اسرائیل کا ایک مشہور اور نامور سردار گذرا ہے یہ شخص لاوی بن العیقوب بن ہارون علیہ السلام یعنی برادر موسیٰ علیہ السلام کی نسل میں تھا۔

اس سلسلہ سے بی بی صفیہ رضؓ براہ راست ہارون علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ اسی وجہ سے یہودیوں میں آپ کا حسب ونسب نہایت معزز اور باوقار تسلیم کیا جاتا تھا۔ خیبر کے تمام یہودی قبائل آپ کے والد حی کی بیحد قدر و منزلت کرتے اور یہ ان میں ایک معزز سردار کی حیثیت سے شمار کئے جاتے تھے۔

بی بی صفیہ رضؓ کی والدہ ماجدہ کا اسم مبارک حزہ تھا یہ سموئیل کی بیٹی تھیں جو جزیرہ نمائے عرب میں شجاعت اور دلیری میں مشہور تھا نہ صرف شجاع و دلیر تھا اس میں ہمدردی اور وفاداری کا جوہر بھی موجود تھا۔ صفیہؓ چودہ سال کی ہوئیں تو حی بن اخطب نے۔ سلام مشکم یہودی سے ان کی شادی کردی جو شاعر بھی تھا اور شہسوار بھی۔ مگر سوئے اتفاق سے میاں بیوی میں انہ بن سکی اور ایسی ان بن ہوئی کہ تھوڑے ہی عرصہ میں سلام بن مشکم نے ان کو طلاق دے دی اور

ان کے باپ نے دوسری شادی کنانہ بن ابی الحقیق کے ساتھ کردی یہ بھی یہودی کا مسلم الثبوت شاعر بھی اور سردار بھی تھا یہ خیبر کے مشہور قلعہ القموص میں معہ عروس نو بی بی صفیہ کے رہتا تھا سنہ ۷ھ میں جب خیبر فتح ہوا اور کنانہ مارا گیا تو بی بی صفیہ رض یہودی قیدیوں کے جھرمٹ میں نئی دلہن کی حیثیت سے گرفتار ہوئیں۔ جب اسیران یہود نبی کریم کی خدمت میں پیش کئے گئے اور مال غنیمت ایک جگہ اکٹھا کیا گیا تو حضرت بلال رض بی بی صفیہ رض اور ایک اور عورت کو لائے اور ایسے راستے سے لائے جہاں ان کے قبیلے کے مقتولین خاک وخون میں غلطاں پڑے تھے یہ وہ دردناک منظر تھا جس کو عورت تو عورت مرد بھی مشکل سے دیکھنے کی تاب لا سکتا ہے بڑے سے بڑا اکڑ دل لرز جائیگا۔ حقیقت میں یہ ایک ہولناک لاشوں سے پٹا ہوا میدان تھا جس طرف نگاہ اٹھتی تھی مردوں کی ڈراؤنی صورتیں خاک وخون میں لتھڑی ہوئی دکھائی دیتی تھیں اور وہ بھی ان عزیزوں کی لاشیں جو بھائی بہنوئی چچا، تایا۔ رشتے کنبے کے لوگ کہلاتے تھے۔ بی بی صفیہ میں فطرتاً ضبط اور تحمل کا مادہ قدرت نے عطا فرمایا تھا چنانچہ آپ اپنی عادت مستمرہ کے موافق اس ہولناک راستہ کو نگاہِ قلق سے ملاحظہ کرتی ہوئیں مگر خاموش چلی آئیں، لیکن دوسری عورت کو اس قدر توفیق ضبط نہ تھی کہ چپ چاپ وہاں سے گذر جاتی اضطراب غم وغصہ نے اس کے منہ سے آخر ایک دردناک چیخ نکلوادی اور عالم بدحواسی میں اِدھر اُدھر بھاگنے لگی حضرت بلال رض اس کو بہ تہدید پکڑ کر حضرت نبی کریم کی خدمت اقدس میں لے آئے۔

بی بی صفیہ رض تو ایک طرف بیٹھ گئیں اور ان کی ہمراہی عورت ماتم کرنے

لگی۔ خوب چیخی چلائی۔ سر میں خاک ڈالی۔ پیغمبر خدا نے ان کی یہ حالت ملاحظہ فرما کر حاضرین سے کہا کہ اس شیطان کو یہاں سے نکال دو اور بلال کی طرف روئے سخن کر کے ارشاد کیا کہ کیا خدا نے تمہارے دل سے رقت و رحمت بالکل ہی نکال ڈالی۔ کہ عورتوں کو اس موقع سے لائے جہاں ان کے عزیز و اقارب کی لاشیں خاک و خون میں لتھڑی پڑی ہیں۔

قابل عبرت ان لوگوں کا حال ہے جو ایسے نبی کی امت میں ہونے کا تو دعویٰ کرتے ہیں جو اپنے دشمنوں نہیں نہیں بلکہ خدا کے دشمنوں کی اہل و عیال کا دل دکھانا بھی ظلم تصور فرمائے مگر آج وہ مدعیان اسلام نہ صرف غیر مسلم جماعت کی دلآزاری کو قرین ثواب جانتے ہیں بلکہ ذرا سے اختلاف پر اپنی ہی بھائی کلمہ گو کو سب وشتم کرنا عین مذہب اور حسن اسلام بنا بیٹھے ہیں۔ کسی کے اہل و عیال اور یتیمی کی دلبری تو کیا کریں گے۔

آخر الامر بی بی صفیہؓ جب نبی کریمؐ کے سامنے آئیں تو آپ نے ان کے چہرہ پر چند ابھرے ہوئے نشانات ضرب دیکھے آپ نے اس خیال سے کہ شاید بلالؓ نے ان کی گریہ وزاری پر راستہ میں کوئی طمانچہ مارا ہو استفسار کیا کہ یہ نشان کیسے ہیں انہوں نے عرض کیا کہ عرصہ ہوا میں نے ایک خواب دیکھا تھا کہ چاند آسمان سے ٹوٹ کر میری گود میں آپڑا ہے۔ میں نے اس خواب کا ذکر اپنے باپ سے کیا اس نے نہایت غضبناک ہو کر اس زور سے میرے طمانچہ مارا کہ آج تک اس کا نشان موجود ہے۔ اور کہا کیا تو اپنی گردن یہاں تک بلند کرے گی کہ ملکہ عرب بن کر دنیا میں مشہور ہو گی۔

جب خیبر کا مال غنیمت تقسیم ہوا تو بی بی صفیہ دحیہ کلبی کے حصہ میں آئیں جو پیغمبر صاحبؐ کے ایک جلیل القدر صحابی تھے۔ بی بی صفیہ کی شکل سے وجاہت و رعب داب سرداری عیاں تھا کیونکہ آپ معزز سردار کی بیٹی تھیں اس لئے صحابہ کرام نے پیغمبر خدا سے درخواست کی کہ بی بی صفیہ آپ کے سوائے کسی کے لائق نہیں ہیں حضور نے بھی مصلحتاً خیال کیا کہ اگر بی بی صفیہ میرے نکاح میں آئیں گی تو برادرانہ تعلقات قایم ہو جانے سے یہود کی مخالفت میں کمی ہو جائے گی اور اسی مصلحت کی بنا پر ام حبیبہؓ سے بھی اس سال آپ نے نکاح کیا جس سے ابوسفیان کی مخالفت میں ضعف آ گیا۔ لہذا بی بی صفیہؓ کو دحیہ کلبی سے واپس لے لیا اور آزاد کر کے نکاح کر لیا۔

اس نکاح میں بھی مخالفین کے لئے کوئی اعتراض کی صورت نہیں ہے کیونکہ حقیقتاً مصلحت وقت اسی کی مقتضی تھی کہ اسلام کے خلاف جو ریشہ دوانیاں یہودیوں اور کفار مکہ کی جانب سے ہو رہی تھیں ان کے کم کرنے کی تجویز کیجائے اگر خدانخواستہ محمد الرسول اللہ اور آپ کے غلام صرف بزور شمشیر دنیا کو اپنا کلمہ گو بنانا چاہتے تو ایسی مصلحتوں کی فکر ہرگز نہ کرتے آپ کا مقصد وحید تبلیغ توحید تھا اور وہ بھی بصلح و آشتی۔

آپ کو مخالفین سے جس قدر جنگیں پیش آئیں وہ یا تو امن قائم کرنے کے لئے یا بطور انتقام اور مدافعت ہاں آپ نے کئی چند پیشقدمیاں بھی حملہ کی صورت میں کیں مگر اُس وقت جبکہ یہ معلوم ہو گیا کہ دشمن بڑی جمعیت کے ساتھ جنگ کا سامان کر رہا ہے پس ایسے مہلک ارادوں کو توڑنے اور جنگ کی آگ کو بجھانے کے لئے آپ بڑھے

اور کامیاب ہوئے۔

بی بی صفیہ رضؓ کے نکاح کے وقت حضورؐ کا سن شریف ۶۰ سال کے قریب ہو گیا تھا ہر دانشمند سمجھ سکتا ہے کہ اس عمر میں کسی شخص کا نکاح کرنا بجز ضرورت مصلحت کوئی دوسری خواہش محرک نہیں ہو سکتی۔

نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو بی بی صفیہ رضؓ کو حارث بن النعمان کے گھر میں علیحدہ ٹھیرایا یہاں تمام ازواج مطہرات ان سے ملنے آئیں اور یہ سب سے بہ تواضع اور خندہ پیشانی پیش آئیں۔ اسی جگہ بی بی عایشہ صدیقہ رضؓ بھی دیکھنے آئیں۔ حضورؐ نے ان سے دریافت کیا کہ تم نے بی بی صفیہ رضؓ کو کیسا پایا۔ حضرت عایشہ صدیقہ رضؓ نے کہا۔ کیا پایا وہ ایک یہودن ہے اور بس۔ حضرتؐ نے کہا ایسا مت کہو وہ ایک مسلمان ہے۔ اور اس کا اسلام اچھا اور بہتر ہے۔

بی بی صفیہ رضؓ نہایت نیک دل اور خلیق متواضع بی بی تھیں۔ اسی وجہ سی یہ ہر ایک سے ہمدردی اور محبت سے پیش آتی تھیں ازواج مطہرات میں سے بعض نے ان کے ساتھ اکثر مرتبہ سختی بھی برتی لیکن انھوں نے کبھی کسی سے کچھ نہ کہا اور نہ کسی کی دل آزاری کی ایک دفعہ بی بی عایشہ رضؓ اور حفصہ رضؓ نے اُن کے نسب و حسب کے متعلق کوئی سخت کلمہ کہدیا تھا انھوں نے خود تو اس کا کچھ جواب نہ دیا پیغمبر صاحب سے شکایت کی آپنے فرمایا کہ اگر وہ تمھیں ایسا کہتی ہیں کہ ہم خاندان نبوت میں ہیں تو تم بھی کہدو کہ میرے باپ ہارونؑ ہیں اور چچا موسیٰؑ اور شوہر محمدؐ۔

بی بی صفیہ رضؓ حضور کی اولاد سے بالخصوص محبت رکھتی تھیں۔ چنانچہ جب

یہ خیبر سے مدینہ آئیں تو فاطمۃ الزہرا رضؓ پیغمبر صاحب کی بیٹی ان کے دیکھنے کو آئیں اُنھوں نے اپنے گوشوارے (جھمکے) جو بہت بیش قیمت اور جواہر سے جڑے ہوئے تھے اُن کی نذر کئے اور جتنی سہیلیاں بی بی فاطمہ رضؓ کے ہمراہ آئی تھیں انکو بھی ایک ایک چیز از قسم زیور عنایت فرمائی۔

بہنو! اِن مقدس بی بی اور اُمت کے حالات سے اگر غور و فکر کا مادّہ تم کو قدرت نے دیا ہے تو ضرور یہ نتیجہ نکالو گی اور اپنی زندگیوں کو بہتر بنانے کے لئے بطور سبق ہدایت ہمیشہ یاد رکھو گی کہ بی بی صفیہ رضؓ بھی ایک عورت تھیں اور تم بھی وہی جنس ہو اور عورتوں کے لئے دو ہی باتیں سخت جانکاہ اور ملال انگیز ہوتی ہیں ایک یہ کہ اس کی زندگی میں کسی سوکن کا موجود ہونا دوسرے سوتیلی اولاد کا دیکھنا۔ کون ہے جو ان دونوں رشک و رقابت سے بھری ہوئی زندہ صورتوں کو دیکھے اور خوشی و خرمی سے بھری ہوئی ایک کروٹ بھی لینے کی آرزومند ہو۔ یقیناً کوئی نہیں۔ مگر ایک ہماری تمہاری ماں بی بی صفیہ رضؓ تھیں جنھوں نے نو ہمجنس سوکنوں کو دیکھا اور نو عروسی کے زمانہ میں بھی سب سے بہ تواضع پیش آئیں۔ سوتیلی بیٹی فاطمۃ الزہرا رضؓ سے ملیں اور اُن کو اپنے مرصع گوشوارے نذر کئے نہ صرف اِن کو بلکہ ان کی سہیلیوں کے ساتھ بھی کچھ نہ کچھ ہدیہ دے کر اظہار خوشنودی کیا۔ یہ صورت ایک نباہ کی تھی یہ ان کا ایک انتہائی ضبط و تحمل اور وسعت اخلاق تھی جو صنف لطیف میں بہت کم ایسے وقتوں میں پایا جاتا ہے یہ حالات نہ اس لئے ہیں کہ لطور قصص و حکایات دلگی اور دلبستگی کا مشغلہ قرار دے کر پڑھے جائیں۔ نہیں یہ سبق ہیں یہ بہتر سے بہتر نمونے ہیں جن کی دُنیا

کو تلاش تھی اور ہمیشہ رہے گی - جب تک ہماری بہنوں کے اخلاق ازواج مطہرات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے برگزیدہ اخلاق کے موافق نہوں گے - ہمارا ہر ایک گھر فتنہ وفساد کا مخزن رہے گا - سلامتی ہو ان بہنوں کو جو ایسے مثالیں اپنے لئے قابل عمل سمجھیں اور قابل نفرت ہیں وہ جاہل مستورات جو امہات المومنین کے حالات پڑھ کر اپنی بد عادتوں سے تائب ہونے کے لئے یہ حیلہ کریں - کہ ہم تو گنہگار بندیاں ہیں - نبیؐ کی بیبیوں ہیں جیسی باتیں ہیں ہم سے کہاں ہو سکتی ہیں - اس کے تو یہ معنی ہیں کہ گویا وہ آپ کو ازواج النبی کا ہم مرتبہ بنانا چاہتی ہیں اور چونکہ یہ بات محال ہے - اس لئے ان کی سی باتیں اختیار کرنا بھی محال ہیں حالانکہ جو نماز آج ہم پڑھتے ہیں یا جن اشیا کو حلال وحرام ہم سمجھ رہے ہیں وہی رسول اللہ اور ان کے صحابہ پڑھتے اور سمجھتے تھے تو اس کے کیا یہ معنی ہو گئے کہ توبہ توبہ ہم رسول اللہ کے ہمرتبہ ہیں نادان بہنو ذرا سی عقل کا پھیر ہے ہمیشہ دنیا میں ایک ہی نمونہ آیا کرتا ہے اس کو دیکھ دیکھ کر بہت سی چیزیں ویسی ہی شکل کی بنتی ہیں مگر جو نمونہ کا رتبہ مخصوص ہوتا ہے وہ اس جیسی چیزوں کا نہیں ہوا کرتا - پس یہ شیطان کا بہلاوہ ہے کہ امہات المومنین کی پیروی محال ہے جو باتیں ان سے صادر ہوئیں وہ صرف انہیں کی ذات سے پیوستہ تھیں اب کوئی عورت ان کا جیسا اخلاق تہذیب نہیں برت سکتی - نہیں نہیں ایسے ناپاک خیال پر لعنت پڑھو اور اچھے بننے کے لئے ان اچھے نمونوں کو ہمیشہ یاد رکھو یہی تمہاری کامیابی کا بڑا راز ہے اسی سے تم مومنہ ومحصنہ ومسلمہ بن سکتی ہو -

بہنو - نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان بی بی کی بہت کچھ وقعت کرتے تھے

یہ بات اس لئے نہ تھی کہ وہ یہودیوں کے سردار کی بیٹی تھیں، وہ بہت زیادہ خوبصورت اور مالدار تھیں بلکہ ان میں دینداری کی زبردست نیکی سرایت کر گئی تھی اگرچہ یہودی خاندان میں پیدا ہوئیں تربیت پائی بڑھیں اور بڑھ کر جوان ہوئیں حتی کہ دو نکاح بھی ان کے اپنی قوم کے نوجوانوں سے ہوئے مگر خدا کی دین میں کس کا اجارہ ہے چند روز کی پاک صحبت میں رہ کر ایسی منجھ گئیں گویا وہ ماں کے پیٹ سے مسلمان پیدا ہوئی تھیں مگر آج ہم اُن بہنوں اور بھائیوں کی حالت زار پر آنسو نہ بہائیں تو کیا کریں جو نبی عربؐ کے کلمہ گویوں کی اولاد تو کہلاتے ہیں مگر ان کے اعمال خدا جانے کیا ہیں گویا ان پر یہ شعر صادق آتا ہے ؎

یہ چودھویں صدی کے مُسلم کی ہے حقیقت
دعوے عبودیت کا اور بے نماز ہو کر

ان بی بی کی دوسری خوبی اُن کا وسیع الاخلاق ہونا اور متعلقین پر سالت کے ساتھ ہمدردی اور محبت سے ہمیشہ پیش آنا۔ وہ سوکنوں سے کبھی ماتھے پر سلوٹ ڈال کر نہیں بولتی تھیں انہیں کوئی بی بی کچھ کہہ بھی جاتیں تو نہایت ضبط و تحمل کے ساتھ ہنس کر خاموش ہو جاتی تھیں چنانچہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ پیغمبر خدا سفر میں تھے بی بی زینب رضؓ بنت حجش اور بی بی صفیہ دونوں ہمرکاب تھیں ایک مقام پر پہنچکر بی بی صفیہ رضؓ کی سواری کا اونٹ بیمار ہو گیا۔ بی بی زینب رضؓ کے پاس کئی اونٹ کوتل تھے پیغمبر صاحب نے ان سے فرمایا کہ تم ایک اونٹ صفیہ رضؓ کو دے دو بیبی زینب رضؓ اگرچہ بیحد سیر چشم اور فیاض با مروت و ہمدرد قوم تھیں لیکن اُس وقت کچھ ایسا بشریت کا تقاضہ ہوا یا سوکن پنے کی مڑک آئی کہ بے ساختہ بول اُٹھیں

کہ ہاں اس یہودن کو تو میں اپنا اونٹ ضرور دینے لگی - یہ فقرہ پیغمبر خدا کو اس درجہ ناگوار گذرا کہ آپ نے اُن سے بولنا چھوڑ دیا اور پورے تین مہینہ ان کے گھر تشریف نہ لے گئے - بی بی زینب رضؓ فرماتی ہیں کہ پیغمبر صاحب کی اس خفگی سے مجھے نا اُمیدی سی ہو گئی اور میں اپنے دل میں سخت نادم ہوئی اور قطعی عہد کیا کہ پھر کبھی ایسی ناشایستہ بات زبان سے نہ نکالوں گی -

یہ واقعہ بھی عقیل مردوں عورتوں کے لئے کچھ کم فائدہ بخش نہ ہو گا اگر غور و فکر سے کام لیں - بات تو صرف اتنی سی ہے کہ بی بی زینب رضؓ نے بی بی صفیہ کو جو اُن کی سوکن تھیں اپنا اونٹ نہ دیا اور اس پر رسول اللہ ناراض ہوئے - مگر دیکھا جائے تو یہ بہت بڑی بات ہے اور اکثر گھروں میں اسی قسم کی متعدد مثالیں روزمرہ پیدا ہوتی رہتی ہیں جن کی اصلاح کا کوئی چارہ کار نظر نہیں آتا ہاں طریق رسالت ہی ایسا طریقہ ہے جس پر چل کر آج بھی مرد عورتیں اپنے معاملات کو صاف کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں - ہم چاہتے ہیں کہ وہ نکات ناظرات و ناظرین کے سامنے حل کر دیں جو ہم نے اس بیان سے ماخوذ کئے ہیں - وہو ہٰذا -

(۱) یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر عادل و منصف تھے کہ گو بی بی زینب رضؓ آپ کی زوجہ محترمہ تھیں مگر ان کے مال و جائداد پر بلا ان کی رضامندی تصرف نہیں کرتے تھے - اگر ایسا ہوتا تو انہیں ایک اونٹ محض سواری کے لئے مانگنے کی کیا ضرورت تھی باختیار خود شتران کوتل میں سے جسے چاہتے لیکر بی بی صفیہ رضؓ کو دیدیتے اور بی بی زینب رضؓ کچھ بھی نہ کر سکتیں - لیکن آج مسلمانوں میں یہی دستور ہے کہ بی بی کا مال جائداد اپنا مال سمجھتے اور اس پر بلا حساب کتاب

وبلا رضامندی بی بی کے قابض و متصرف ہو رہے ہیں۔ پھر بھی مسلمانی کا دعوی ہے مگر اپنا ایک پیسہ بھی بی بی سے جا بیجا خرچ ہو جائے تو اس کا خون پینے کے لئے آمادہ اللہ اللہ کیا انصاف ہے۔

(۲) یہ کہ اگر بی بی زینبؓ سیدھے سادھے لفظوں میں اونٹ دینے سے انکار کر دیتیں تو رسول اللہ کے لئے زیادہ ملال کا باعث نہ ہوتا مگر اُن کا یہ کلمہ کہ اس یہودن کو تو اپنا اونٹ ضرور ہی دونگی۔ ایک متکبرانہ جہالت کا پہلو لئے ہوئے طعنہ انگیز تھا۔ جس کی اسلام نے ہمیشہ مذمت کی ہے اور بالصراحت کہدیا گیا ہے کہ کوئی شخص جب وہ اسلام کے دائرہ میں آجائے اور اس کے اعمال و افعال مسلمانوں کے سے ہوں خواہ وہ کسی بھی خاندان یا رنگ و روغن کا ہو تمہارا بھائی ہے تم اس کے عیب نکالنے والے کون۔ چونکہ عورتوں میں یہ خاص عادت ہے کہ اکثر ناراضگی کے وقت گڑے مردے اکھاڑا کرتی ہیں اور وہ طعنے دیتی ہیں جو کبھی کسی کی ساتویں پشت میں بھی نہ ہوا ہوگا۔ پس ضرورت تھی کہ رسول اللہ بی بی زینبؓ کے طعنہ کے متعلق اظہار ناراضگی فرماکر مسلمان عورتوں کو سبق دیتے کہ وہ بھی آئیندہ ایسی غلطی سے باز آئیں۔ مگر یہاں برابر بی بی زینبؓ کی غلطی کی تقلید کیجا رہی ہے سوکنوں ہی کے درمیان ایسی ناگوار اور قابل نفرت باتیں نہیں ہوتیں بلکہ عام قرابت دار بی بیاں بھی جب آپس میں کسی بات پر جھگڑ پڑتی ہیں تو پھر اُن میں ہوئی ان ہوئی باتوں کے شرمناک طعنے سُنئے معاذ اللہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان سے اسلام کو کوئی واسطہ ہی نہیں۔ یہ سب کچھ اُس جہالت کا نتیجہ ہے جو مدت دراز سے ہمارے گھروں میں عمداً پیدا کی گئی ہے۔

(۳) یہ کہ رسول اللہ وہ زبردست و مؤثر شخصیت تھے کہ ازواج مطہرات سے جہاں غلطی ہوئی اس کی اصلاح آپ کی صرف خاموش ناراضگی سے ہو جاتی تھی اور کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوتی تھی۔ نیک دل بی بیاں خود بخود دل میں پشیمان ہو کر اعتراف قصور کر لیتی تھیں جیسا کہ بی بی زینبؓ نے اپنی خطا کو خطا مان لیا۔

یہ بات ایسے ہی خاوندوں سے ممکن ہے قانون الٰہی کے ماتحت حقوق زوجین کو پوری احتیاط کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔ حضور کا بی بی زینبؓ سے تین ماہ تک بحالت ناراضی گفتگو نہ فرمانا مسلمانوں کو بتلاتا ہے کہ تم بھی اگر ایک مؤثر اور باوقعت خاوند بننے کے آرزومند ہو تو پہلے عدل و مساوات بین الازواج کی عادت ڈالو اور پھر بھی کسی بی بی سے جہالت کی بات سرزد ہو تو خاموش مدافعت کا راستہ اختیار کرو۔ اس میں نہ تو تمہارا فضیحتہ ہوگا نہ تریاہٹ کے لئے بڑھنے اور بگڑنے کی گنجایش ہوگی وہ خود دل میں اپنی نادانی اور کج بحثی سے پشیمان ہو کر مصالحت کرے گی۔ تم بھی اس طرح انگشت نما نہ ہوگے اور نہ تمہاری بی بی کو زمانہ کی رسوائی سے مقابلہ کرنا پڑے گا۔

نیک دل بی بیاں بھی بی بی زینبؓ کی حق پسندی سے سبق لیں کیونکہ عورتوں میں ضد اور ہٹ کا مادہ بہت زیادہ ہے اگر وہ اپنی خطاؤں کا خود ہی اعتراف کرنے کی عادت ڈالیں تو ان کے گھروں میں جوتیوں میں ڈال بٹنے کی کبھی نوبت ہی نہ آئے۔ یہ مانا جا سکتا ہے کہ عورتیں بھی آخر آدمی ہیں کچھ فرشتہ نہیں جن سے خطا ہونا ہی ناممکن ہو لیکن ہر خطا اس وقت زیادہ شرمناک گناہ ہو جاتی ہے کہ جب اس کی اصلاح کی صورت ہوتے ہوئے اصلاح نہ کی جائے

میاں بیوی کا رشتہ ایسا نہیں کہ اگر بیوی اپنے قصور کا اعتراف میاں سے کرے تو اس کی آبروریزی ہو جائے یا میاں بیوی سے اپنی غلطی کو غلطی مان لے تو اس کی ناک کٹ جائے قاعدہ ہے جہاں بہت محبت ہوتی ہے کبھی کبھی وہیں ناگوار رنجش بھی ہو جایا کرتی ہے ہم نے بارہا دیکھا ہے کہ ہنسی ہنسی میں اکثر دوستوں میں ایسی چخ چلتی ہے کہ الٰہی توبہ مگر جھگڑے کو طول دینا زندگی کو کرکرہ کر دینا ہے ۔ ہمیں اسلام

سلام کے ہر قول و فعل سے یہی سبق ملتا ہے کہ انسان صلح اور راستی کے ساتھ دنیا میں زندگی بسر کرنے کے لئے آیا ہے ۔ یقین رکھو جنگ جدل کی حالت میں بڑی سے بڑی نعمت بھی مٹی ہے اور میل و ملاپ کا ذایقہ بھی سو نعمتوں کی ایک نعمت ہے ۔ وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغ ۔

ام المومنین بی بی صفیہ رضؓ کے اوصاف حسنہ میں حق گوئی بھی تھی یہ سچی بات کہنے میں کبھی کسی کا خوف نہیں کرتی تھیں ۔ جناب رسول خداؐ کی وفات کے بعد آپ کے خلیفہ ثانی حضرت عمر رضؓ کے عہد خلافت میں بی بی صفیہ رضؓ کی لونڈی دربار عمرؓ میں آکر شاکی ہوئی کہ بی بی صفیہ یہودیوں کی طرح یوم میت یعنی سینچر کے دن کو بہت پسند فرماتی ہیں اور یہودیوں سے محبت رکھتی ہیں ۔ یہ سن کر حضرت عمر خود آپ کے پاس تشریف لائے اور دونوں باتوں کی بابت دریافت کیا ۔ آپ نے جواب دیا کہ عمر رضؓ ! جب سے خدا نے مجھے سینچر کے بدلے جمعہ عنایت فرمایا ہے میں اس دن کو جب سے بہت زیادہ محترم و بزرگ سمجھتی ہوں رہا یہودیوں سے محبت کرنا تم جان سکتے ہو کہ وہ میرے رشتہ دار ہیں اور قرابت مند بے شک میں ان سے محبت رکھتی ہوں ۔

حضرت عمر رض۔ بی بی صاحبہ کے جواب صاف سے بہت خوش ہوئے بعدہٗ بی بی صفیہ رض نے لونڈی کو بلا کر دریافت کیا کہ تو نے امیرالمومنین سے میری بیجا شکایت کیوں کی۔ لونڈی نے سیدھے سبھاؤ جواب دیدیا کہ بی بی مجھے شیطان نے بہکا دیا۔ بی بی صفیہ رض نے فرمایا کہ جا میں نے تجھے راہ خدا میں آزاد کر دیا۔ آپ نے ۶۲ سال کی عمر میں ۵۲ھ کو انتقال فرمایا جبکہ معاویہ بن ابی سفیان خلیفہ تھے۔ صحابہ اور تابعین نے آپ کے جنازہ کی نماز پڑھی اور جنت البقیع میں بمقام مدینہ منورہ دفن ہوئیں۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ؕ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ذکرِ خیر اُمُّ المومنین بی بی میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

یہ بی بی حارث بن حزن کی دختر تھیں جو قبیلہ بنو ہلال کے ایک نامور سردار تھے ان کی سگی سوتیلی پندرہ بہنیں اور بھی تھیں جو سب کی سب صحابیہ تھیں اور جلیل القدر صحابیوں سے بیاہی گئی تھیں۔

ام الفضل۔ لبابہ کبریٰ و لبابہ صغریٰ۔ اسما بنت عمیس اور ام المومنین زینب رض ام المساکین۔ یہ بی بیاں ایسی مشہور اور نامور تھیں جن کا نام صحابیات کے زمرہ میں اعلیٰ درجہ پر ہے۔ ام الفضل پیغمبر خدا کے چچا حضرت عباس کے نکاح میں

جن سے فضل بن عباس تولد ہوئے۔ اسماء بنت عمیس کا نکاح اوّل جعفر سے ہوا ان کے انتقال کے بعد خلیفہ ثانی حضرت عمرؓ کا شرف زوجیت ملا۔ اوران کے بعد خلیفہ چہارم حضرت علی رض مرتضیٰ کے نکاح میں آئیں۔

لبابہ صغریٰ حضرت خالدبن ولید کی والدہ جو مسلمانوں کے نہایت جری و بہادر اور مدبر سپہ سالار گذرے ہیں آپ ہی کی تلوار نے بتائید ایزدی ہرقل کی بادشاہی کا خاتمہ شام کے ملک میں کیا۔

الغرض ام المومنین میمونہ خاتون کا سارا خاندان جیسا جاہلیت کے زمانہ میں عزت دار تھا اسلام میں بھی ویسا ہی نامور رہا۔ خیارھم فی الجاھلیۃ خیارھم فی الاسلام اذا فقھوا آپ ہی کے اوپر صادق آتا ہے۔

بی بی میمونہ کا اسم مبارک بھی برہ تھا۔ مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدل کر میمونہ رکھہ لیا ان کا پہلا نکاح قریش کے ایک نوجوان ابواہم بن عبدالعزیٰ سے ہوا تھا جو چند دنوں کے بعد انتقال کرگیا۔

اب یہ بیوہ تھیں جو اس زمانہ کی ایک عربی مسلمان عورت کے لئے اپنے فرض سے معطل ہوجانے کے مرادف تھا۔ وہ قوم اور نسل کی ترقی کے راز کو بخوبی جانتی تھیں وہ سمجھتی تھیں کہ عورتیں رنڈاپہ کے ناگوار سوگ میں گھل گھل کرجان سے گذرجانے کے لئے نہیں پیدا ہوئی ہیں ان کا کام بھی کسی مصنوعی حیلہ یا رکاوٹ سے بند نہیں ہوسکتا جیسا کہ مرد ہر حال میں اپنے فرایض انجام دینے کے لئے سلسلہ تناسل کی ترقی میں کوشاں ہیں۔ کیونکہ قوموں کی بہتری و برتری افراد قوم کی شمار و اعداد پر ہمیشہ رہی ہے جس کا اتباع آج یورپ کی مہذب دنیا بھی کررہی

ہے اور اپنے ماتحت قوموں میں سے اس ہی قوم کو زیادہ حق دیتی ہے جس کے افراد کی شمار بھی زیادہ ہو اور قابلیت اور لیاقت میں بھی اپنی حریف قوم سے زیادہ چابکدست ہو۔ اس لئے افراد قوم کی ترقی اور ان کی تربیت و تعلیم کا انحصار اگر پوچھا جائے تو زیادہ تر عورتوں ہی کی قابلیت و صحت و دیندارانہ طرق عمل پر منحصر ہوگا۔ مرد لاکھ چاہیں تو اس شعبہ میں کوئی نمایاں کامیابی حاصل نہیں کر سکتے۔ کیونکہ عورتیں عموماً جب کسی قاعدہ و قانون کی پابندی کرتی ہیں تو اس میں بہت کم خلاف ورزی کی صورت پیدا ہوتی ہے اور جبکہ مردوں ہی کی اغوا کا ان پر اثر مسلط ہو جائے مگر مرد اپنی زندگی کے آخری لمحہ تک بھی قانونی خلاف ورزی سے پاک دامنی کی ضمانت نہیں دے سکتا اس وقت جبکہ اسلام کے حلقہ بگوش متعدد تھے ان کو دشمنوں کے مقابلہ میں ہر طرح کی ترقی کرنے کی ضرورت تھی۔ یہ بھی ضرورت تھی کہ عورتوں کا گروہ جو انسانیت کا نصف بہترین حصہ ہے تعلیم اسلام سے محروم نہ رہ جائے وہ زنانہ مسائل کو یا تو اپنے خاوندوں سے سیکھ سکتی ہیں یا ازواج مطہرات کی وساطت سے کوئی مرد نامحرم عورت کو ویسے مسائل نہیں بتلا سکتا۔ اس لئے ضرورت اور مصلحت تھی کہ نبی کریمؐ کی متعدد ازواج مطہرات ہوں۔ نیز اس وقت تک تعیین ازواج کا حکم بھی جس میں چار بیوی تک کی اجازت ہے نازل نہیں ہوا تھا اور جب یہ حکم آگیا تو پھر نبی کریمؐ نے کوئی نکاح نہیں کیا۔

حضرت میمونہ آپ کی گیارہویں اور سب سے اخیر زوجہ محترمہ ہیں جن کے نکاح کا واقعہ اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ آپ کی ہمشیرہ ام الفضل نے اپنے خاوند حضرت عباس سے درخواست کی کہ میمونہ کا نکاح نبی کریمؐ سے ہو جائے تو کیا اچھا ہو۔

حضرت عباس نے بی بی کی درخواست کو قبول فرمایا اور نبی کریم ؐ جو آپکے بھتیجے ہوتے تھے ۔ کہا کہ میمونہ رض میری سالی رانڈ ہو گئی ہیں قرابت اور یگانگی کے حقوق اسبات کے مقتضی ہیں کہ آپ اُن سے نکاح کر لیں ۔ حضور نے اپنے معزز چچا کے سوال کو رد نہ کیا بلکہ شرف قبولیت بخشا ۔ اس کے سوائے بی بی میمونہ رض کی دانشمندی ۔ بیدار مغزی ۔ سب سے بڑھ کر قرابت داری کی وجہ اسی کی مستحق تھی کہ آپ کا شانۂ نبوت کی مکین ہوں ۔ چونکہ اسُ وقت خیبر پر چڑھائی کی جا رہی تھی اس لئے بی بی میمونہ رض کے نکاح کا سرانجام پانا اسُ وقت تک کے لئے ملتوی رکھا گیا جب تک کہ نبی کریم ؐ خیبر سے واپس نہ آ جائیں ۔ جب خیبر فتح ہو گیا اور آپ معہ لشکر اسلام مدینہ واپس آ گئے تو حضور نے عمرۃ القضا کا ارادہ کیا اور معہ صحابہ مکہ پہنچے عمرہ سے فارغ ہو کر جعفر رض کو میمونہ رض کے پاس نکاح کا پیغام دیکر بھیجا ۔ بی بی میمونہ رض نے اپنے بہنوئی حضرت عباس کو اپنا وکیل مقرر کر دیا اور نکاح ہو گیا ۔ پیغمبر صاحب نے پانچسو درہم مہر کے ادا کئے اور میمونہ رض کو ساتھ لیکر مدینہ تشریف لے آئے ۔ یہ نکاح بھی ۷ھ میں ہوا ہے ۔

یہ بالکل آخری نکاح تھا اس نکاح کے بعد کم و بیش تین سال حضور اور اس جہان فانی میں پابند جہاں رہے ۔

حضرت میمونہ کا انتقال ۵۱ھ میں ہوا اور یہ بھی ایک حسن اتفاق تھا کہ جس مقام پر آپ کی رخصت ہوئی وہیں آپ نے انتقال بھی فرمایا ، یعنی موضع سرف میں جو مکہ سے ۱۰ میل کے فاصلہ پر ہے اور اسی قبہ میں دفن ہوئیں جہاں پیغمبر صاحب سے پہلی ملاقات ہوئی تھی ۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ذکر کنیزان رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

ان ازواج مطہرات کے علاوہ کچھ اور عورتیں بھی تھیں جن کو مختلف اوقات میں کنیزی کی صورت میں پیغمبر خدا کی خدمت کا موقع ملا ان میں سے ایک بی بی ماریہ قبطیہ رضؓ جن کو اسکندریہ کے بادشاہ مقوقش نے دیگر تحایف کے ساتھ حضور کی خدمت میں بھیجا تھا۔ ان ہی کے بطن سے حضرت ابراہیم بن محمدؐ الرسول اللہ تولد ہوئے اور دودھ پیتے دنیا سے انتقال فرما گئے۔

دوسری کنیز ریحانہ بنت سمعون یہودیہ تھیں جو غزوہ بنی مصطلق میں گرفتار ہو کر آئیں اور کنیزوں کی طرح پیغمبر صاحب کی خدمت میں رہ کر آپ کی حین حیات ہی میں مر گئیں۔

دو لونڈیاں اور بھی تھیں یہ وہ تھیں جن کو ام المومنین بی بی زینبؓ بنت جحش نے پیغمبر صاحب کی خدمت میں دیدیا تھا، اور ایک وہ جو کسی جہاد میں قید ہو کر آئی تھیں جن کا نام معلوم نہیں ماریہ قبطیہ و ریحانہ کے متعلق اسی قدر حال مل سکا ہے جو مختصراً بغرض واقفیت ناظرات ہدیہ کیا گیا۔

بالخیر

اعلان

کتاب ہذا نیز عزیزی پریس بک ڈپو آگرہ کی دیگر تمام کتابیں جو پردہ نشین (زنانہ) لائبریری میں فروخت ہوتی ہیں اور عزیزی پریس کی مطبوعہ ہیں ان تمام کتابوں کے حقوق تالیف و تصنیف معقول معاوضے دیکر قابل مصنفین سے خرید لئے گئے ہیں۔ لہٰذا ہر قسم کے حقوق بحق عزیزی پریس آگرہ محفوظ ہیں۔

کوئی صاحب ان کتابوں کے چھاپنے یا ان میں سے انتخاب کرنے کا ارادہ نہ کریں ورنہ نقصان اٹھائیں گے جس قدر کتب مطلوب ہوں عزیزی پریس بک ڈپو سے طلب فرما سکتے ہیں۔

عبدالعزیز خاں

(مالک عزیزی پریس آگرہ)

(باہتمام منشی عبدالعزیز خاں پرنٹر و پبلشر کارخانہ عزیزی پریس آگرہ میں چھپا)